شوال المکرّم ۱۴۴۳ھ

www.milliafsd.com

حسرت

حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

رمضاں بھی گزر گیا یوں ہی — چڑھ کے آیا، مگر گیا یوں ہی
موج آئی نہ کوئی ساحل تک — دل کا دریا اُتر گیا یوں ہی
ماہِ نو عشق کی طرح آیا — ہم پہ اِلزام دھر گیا یوں ہی
کیا سُہانی سُہانی راتیں تھیں — خواب تھا جو بکھر گیا یوں ہی
دامنِ دل نہ بھر سکا اب کے — موسمِ گُل گزر گیا یوں ہی
لگ رہی ہے فضا اُداس اُداس — ہائے سُنسان کر گیا یوں ہی
ذکرِ جاناں سے جاں میں جاں آئی — زیست کا رُخ نکھر گیا یوں ہی
اُنؐ کا غم تو محیطِ عالم ہے — میرے سینے میں بھر گیا یوں ہی
سفرِ حج بہت مُبارک ہے — کیا کریں گے، اگر گیا یوں ہی

اللہ اللہ اُس کا بختِ نفیسؔ
جو مدینے میں مر گیا یوں ہی

(شوال المکرم ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے

ماہنامہ

خانقاہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان

ملیّہ

فیصل آباد پاکستان

شوال المکرم ۱۴۴۳ھ

شمارہ نمبر 10 جلد نمبر 18

بمطابق مئی 2022ء

بفیض

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

امیر ثانی تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

حضرت مولانا انیس الرحمن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ و سرپرست

حضرت مولانا ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی صاحب

خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر

مولانا حماد الرحمن لدھیانوی

نائب مدیر

مولانا جواد الرحمن لدھیانوی

فہرست مضامین

کلمة الحبیب

* تبدیلی کی خواہش پوری ہوگئی؟ — ابن انیس حبیب الرحمن لدھیانوی — 2
* مجالس حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ — 5
* لیلۃ الجائزہ (شب عید) کی عبادت — 10
* تحریک ختم نبوت تاریخ کے آئینے میں — 19
* مجلس نفیس — 26
* نعت — 31
* خواتین کے صفحات — خادمۃ القرآن — 32
* بچوں کے صفحات — 37

فی شمارہ 50 روپے

پاکستان میں سالانہ 500 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 100 امریکی ڈالر

رابطہ کیلئے

ماہنامہ ملیّہ جامعہ ملیّہ اسلامیہ

محلہ خالصہ کالج P.O مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد پاکستان

041-8711569,
0321-6611910

ناشر: حبیب الرحمن لدھیانوی

مطبع: ظفر اینڈ فضل پرنٹنگ پریس فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: اما بعد

گزشتہ دس سال سے ملک میں تبدیلی کے نام پر زبردست مہم چلی ہوئی تھی، جس میں مقبول نعرہ ''نیا پاکستان'' تھا اور ''سونامی'' کا دوردورہ تھا۔ اسی لہر میں ایسی تیزی دکھائی گئی کہ نہ صرف ایک نئی جماعت وجود میں آئی بلکہ پہلے ''خیبر پختون خواہ'' اور پھر پنجاب اور مرکز میں حکومتیں بھی بن گئیں۔

کرپشن کے خاتمہ کے عنوان سے چلائی گئی اس مہم میں جیسے پگڑی اچھالی گئی اور میڈیا ٹرائل کیا گیا یہ سب لوگوں کے علم میں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے کہ اصل واردات کیا ہوئی، اور اس مہم کا انجام کیا ہوا؟ ایک پوری نسل کی اس کیلئے ذہن سازی کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ احتساب کے نعرے اور نئے پاکستان کے نعرے نے قوم کو کیا دیا؟

آج کے معروضی حالات میں لگتا ہے کہ قوم کو ایک مرتبہ پھر اسی چوراہے پر لاکر کھڑا کر دیا گیا ہے جہاں سے قوم چلی تھی، اور حاصل کچھ بھی نہ ہوا بلکہ پرانے پاکستان کو زیادہ مضبوط کر دیا گیا ہے۔

ہمارا تو شروع دن سے ہی یہ گمان تھا کہ یہ ''تبدیلی کا نعرہ'' صرف نعرہ ہی ہے اس سے کچھ برآمد نہیں ہونے والا، بلکہ الٹا ہمیں حقائق سے دور لے جانے کا ذریعہ بننے والا ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ کوئی بھی تحریک جب تک تنظیم نہ بن جائے اس وقت تک وہ اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتی۔ وقتی غصہ اور نعرے جذباتی بیانات تو بہت کانوں لبھاتے ہیں مگر انجام کار وہ کوئی خاص اثر نہیں ڈال سکتی۔ اور تحریک کو تنظیم بنانے کیلئے ایک سنجیدہ محنت اور مسلسل ٹیم ورک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ محنت اور تربیت نہ ہو سکے تو تحریک بے پیندے کی طرح ہو جاتی

ہے، جدھر چاہا موڑ لیا گیا۔ مگر حقیقی حدف حاصل نہیں ہوتا۔

2011ء کے اوائل میں قریباً پوری دنیا میں تبدیلی Change کی صدا اٹھی، تحریر سکوائر، مودی تحریک اور امریکہ بارک اوبامہ کا change کا نعرہ سب اسی سے پھوٹے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مصر سے لے کر امریکہ تک حکومتیں بدل گئیں۔ اسی طرح پاکستان میں بھی تبدیلی کا نعرہ لگایا گیا اور اس کیلئے عمران خان نے آپ کو آگے بڑھایا۔ مگر افسوس کے وہ نعرہ، نعرہ ہی رہا، حقیقی عمل در آمد نہ ہوسکا۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ دیکھا جائے کہ عمران خان کی حکومت 2016ء تا 2022ء نے اپنے اصل منشور سے کیا حاصل کیا اور عوام کو اس سے کیا ملا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اصل تبدیلی کے خواہشمند عوام نے تو بھرپور ساتھ دیا مگر ان کے جذبات کو استعمال کر کے اسے وہیں کا وہیں لا کھڑا کیا۔ ان کی خواہشات کا خون کر دیا گیا۔ کچھ تو حکومتیں اللے للے نے، اور کچھ نافہمی اور نادانی کے فیصلوں نے رہی سہی کسر مہنگائی، غربت اور بیروزگاری نے نکال دی۔

اور افسوس یہ ہوتا ہے کہ اس کیلئے دین اسلام کو استعمال کیا گیا، ''ریاست مدینہ'' کے عنوان سے ''احتساب'' کے عنوان سے ''سیرت'' کے عنوان اور آخر کار ''صادق اور امین'' کے عنوان سے۔ گویا عوام میں یہ تأثر دیا گیا کہ عوام یہ کہنے مجبور ہو جائے کہ اگر یہ ریاست مدینہ ہے اور اگر یہ اسلام ہے تو ہم ایسی ریاست مدینہ سے تائب ہوئے۔

روزانہ وزراء کی غیر ضروری پریس کانفرنسز لایعنی طویل الزامات اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنا ہی شاید انہوں نے ریاست مدینہ سمجھ لیا تھا۔ جبکہ غریب کا غریب تر ہونا کسی کو نظر نہ آیا، انصاف کے نظام کا ٹوٹنا کسی کو نظر نہ آیا۔ سڑکوں پر دھوپ سے جھلتے ہوئے لوگ نظر نہ آئے، اور سب سے بڑھ کر ریاستی امور کی ناقدری کسی کو نظر نہ آئی۔ من مانی قیمتیں روزانہ بڑھائیں، مہنگائی، اجرت کی کمی اور لوگوں کے سکڑتے کاروبار اس دور کا خلاصہ ہیں۔ سوائے ایک خاص طبقہ کے جو کہ بہت اونچے درجے کا سرمایہ دار ہے کوئی خاص بہتری نہ ہوسکی۔

معاشرے کو تبدیل کرنے کیلئے خود تبدیل ہونا پڑتا ہے، پورا ایک نظام وضع کرنا ہوتا ہے، جس سے لوگ تبدیلی کی طرف راغب ہوں اور کاموں کو صرف زبانی دعوؤں سے عملی شکل دینی ہوتی

اور پھراس پر مسلسل پہرہ دینا پڑتا ہے۔تب جاکرصبر آزمامراحل سے تبدیلی کاخواب شرمندہ تعبیرہوتاہے۔

سب سے بڑانقصان اس مہم کا یہ ہوتا ہے کہ آئندہ سے لوگ اس راستے پر چلنے سے تائب ہوجاتے ہیں اوران کی امید ٹوٹ جاتی ہے کہ اگراس کا یہ انجام ہے تو ہم اس سے دورہی رہیں تو بہتر ہے۔صرف ایک خاص ''موسمیز'' زدہ طبقہ باقی رہ جاتا ہے۔جس نے خواب دیکھا ہوتا ہے اب اپنے اس سراب سے باہر نکلنے کو تیارنہیں۔

ہمارے ملک نے پہلے ایوب خان کا نعرہ سنا پھر یحییٰ خان کا اور بھٹو صاحب کا پھر مشرف صاحب کا اب عمران خان کا نعرہ سنا۔تمام کا نتیجہ بھی دیکھ لیا اور بھگت لیا۔اب ضرورت اس بات کی ہے کہ درست طریقے سے انتخاب کی راہ کو ہموار کیا جائے۔

معاشرے کے تمام طبقات کی نمائندگی کو یقینی بنایا جائے اس لیے پاکستان میں ''مختلف الخیال'' طبقات آباد ہیں،اگرسب کی نمائندگی موجود نہ ہوتو ملک کے اندرافراتفری اور بے چینی شدت سے محسوس کی جائے گی،جو کہ آئندہ آنے والی حکومت کے لیے چیلنج کا باعث ہوگی۔

ایک ہی پارٹی کو مکمل سپورٹ کرنا شاید سودمند ثابت نہ ہو،ملکی معیشت اورحالات کا تقاضا ہے کہ سب کی مؤثر نمائندگی موجود ہو۔تب ہی حقیقی تبدیلی خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔وگرنہ حکومتیں تو تبدیل ہوتی رہیں گی،حکمران بدلتے رہیں گے مگر حقیقی تبدیلی کا آنا ملک میں ناممکن ہے۔
یعنی تبدیلی کو تنظیم کے ساتھ آہستہ آہستہ لوگوں کی ذہن سازی کرکے انہیں اعتماد میں لے کر مسلسل محنت سے لایا جائے،جس سے تمام طبقات مطمئن ہوں،یہی حقیقی فلاحی پاکستان کا خواب ہے۔

صرف اک قدم اُٹھا تھا غلط راہِ شوق میں منزل تمام عمر مجھے ڈھونڈتی رہی

اپیل دعائے صحت

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم آج کل علیل ہیں ،تمام متوسلین ومحبین سے گزارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعاءفرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد از جلد صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے، آمین

بروز منگل ۲۰/صفر ۶۶ھ ۱۴/جنوری ۴۷ء ڈھڈیاں شریف گلزار قادری

آج صبح کی چائے میں کل سے مکھن کھا رہا ہوں۔ مولوی گلزار احمد مرحوم نے آج کھجوروں پر مکھن لگا کر دیا۔ آج صبح کی سیر مولانا عبدالعزیز گمتھلوی مدظلہ کے ایماء پر دریا کی طرف تشریف لے گئے نالہ ممتاز بوئی زمینوں میں سے کھودا جا رہا تھا جس سے حضرت والا نے بے حد افسوس فرمایا کہ زمین اور کھیت برباد کیے جا رہے ہیں۔ نہ اس کا کوئی معاوضہ دیا جاتا ہے نہ کوئی سنوائی ہوتی ہے۔ حضرت والاؒ دریا کے کنارے جا رہے تھے طغیانی کا پانی بہہ رہا تھا وہاں سے خراب شدہ راستہ پر قبرستان کے شمال مشرقی رخ پر ہوتے ہوئے فرما رہے تھے یہ زمینیں جواب دریا سے نکل آئی ہیں ان زمینوں کے مالکوں کو بھیرہ کی طرف مربع ملے وہ ان کے آباد کرنے میں مشغول ہیں اور حضرت والاؒ نے گزشتہ حالات بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ پہلے جب زمینیں نہیں گری تھیں ہم صبح ہی گھروں سے کنوؤں پر چلے جاتے گرمیوں میں درختوں کی گھنی چھاؤں میں دن کا وقت گزرتا اور بڑے مزے سے گزرتا شام کو گھر چلے جاتے اس قبرستان سے کوئی تین ساڑھے تین فرلانگ دور اور سامنے دریا کی طرف وہ گاؤں جو دریا برد ہو گیا تھا آباد بستا تھا اور یہ زمین جس پر ہمارا گاؤں آباد ہے جگہ بڑی بے رونق تھی اور اس طرف کوئی رخ بھی نہیں کرتا تھا۔ اللہ کی شان آج یہی آباد ہو رہی ہے۔ وہ سرسبز و شاداب زمینیں دریا برد ہیں یا ریت ریت بن گئیں ہیں اور چھاؤں جھنکاڑوں سے ہیں اور آیت تلاوت فرمائی:

فاعرضوا فارسلنا عليهم سيل العرم وبدلنهم بجنتيهم جنتين ذواتى اكل خمط واثل وشىء من سدر قليل.

جس میں ذکر ہے کہ بیریوں کی بجائے عذاب زدہ ارم کی زمینوں پر اب جھاڑ وغیرہ کھڑے ہیں اور

فرمایا کہ یہاں بڑی گھنی بیریاں مسلسل چلی گئی تھیں اور اتنی بڑی بیریاں تھیں کہ اس کے تنے کو چار چار آدمی بھی کلائی میں نہ لے سکتے تھے۔ آگے بیکار نالے کی وہ شاخ آ گئی جو سرکاری نالہ کے لانے کو بیکار کھودی گئی تھی فرمایا کہ یہ محض زمینوں کو برباد کرنے کے اس نالہ کی شاخ کا کوئی فائدہ نہیں۔ انہیں باتوں میں واپسی ہوئی۔

کھانا کھانے کے بعد ایک شخص کے یہ بتانے پر ایک عامل جیبوں میں سے روپے نکال دیتا ہے اور جتنے روپے چاہے آجاتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب سفلی اور واہیات علم ہے اور ایک جادوگر کی حکایت حضرت بہاولنگریؒ سے سنی ہوئی بیان فرمائی میں نے عرض کیا کہ یہ حکایت تزک یاری یا تزک جہانگیری میں بھی لکھی ہے ایک مداری نے شاہی دربار میں تماشا دیکھایا اور ایک دھاگا آسمان تک پھیلا دیا اور اپنی بیوی کو امانتاً بادشاہ کے سپرد کر کے دھاگا پہ چڑھ گیا چونکہ لڑائی کرنے کو کہہ کر چڑھا تھا وہاں سے اس کے بدن کے ٹکڑے نیچے گرے اور چتا پر جلانے کو رکھ دیئے گئے اس کی بیوی ساتھ ہی ستی ہوگئی مگر چتا کو جلنے کے بعد وہ مداری اوپر سے اترتا نظر آیا اور آ کر اپنی امانت کا مطالبہ کیا جب اسے بتایا گیا تو کہنے لگا کہ میرے ساتھ خیانت کرتے ہو بادشاہ کو یہ شایان شان نہیں کہ میری بیوی کو اپنے ماتحت نیچے چھپالیا ہے۔ چنانچہ جب اسے پکارا تو وہ تخت کے نیچے سے جواب دیتی ہوئی نکل آئی۔ میں نے عرض کیا کہ سفرنامہ ابن بطوطہ کے اردو ترجمہ کرنے والے تبصرائی حاشیہ میں اس پر نوٹ دیا ہے کہ دنیا بھر کی کتب میں ایسے معتبر ودیدنی واقعات دیکھے ہیں۔ ایک واقعہ جو اوپر گزرا تزک بابری یا تزک جہانگیری میں ایک سفرنامہ ابن بطوطہ اور ایک اور کسی اور کتاب کا اس نے ذکر کیا ہے اور اس کے بعد حضرت والاؒ نے سہارنپور کے ایک مشہور وکیل وعبداللہ خان صاحب کے تین لڑکوں رزاق اللہ خان نعیم اللہ خان اور تیسرے کا نام یاد نہیں رہا۔

نعیم اللہ نے خود بہت میں سنا ہوا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ اس نے مجھے سنایا کہ میں فیض آباد میں کوتوال لگا ہوا تھا اور رات کو گشت کرتا ہوا ساتھی سپاہیوں کے ساتھ بازار میں سے گزرا دیکھا کہ عین وسط سڑک میں کوئی لیٹ رہا ہے۔ سردی سخت تھی لیٹنے والا سردی سے سکڑ رہا تھا۔ مجھے رحم آیا سپاہیوں سے

کہا کہ اورنہیں تو کچھ اس کے پاس آگ جلادو کہ اس کو کچھ گرمی پہنچ جائے۔ سپاہیوں نے دوکانوں کے چھپروں سے بانس وغیرہ کھینچ کھانچ کر جیسے پولیس والوں کی عادت ہوتی ہے لکڑیاں اس کے پاس جمع کر کے آگ جلادی۔ آگ کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ وہ لیٹنے والا شخص ایک عورت ہے، ہم وہاں سے چلے گئے، اگلے روز یا ایک دودن بعد میرا تبادلہ ضلع ہردوئی کا حکم آ گیا میں اپنے گھر والوں بال بچوں سمیت ہردوئی پہنچا میری خوشدامن ساتھ تھی بال بچوں کو ایک جگہ بیٹھا کر میں چارج لینے گیا تو گھر والوں نے بتایا کہ ایک عورت پاگل سی آگئی اور آکر مستورات اور بچوں کو دیکھ کر ہنستی تھی اور پرے کو تھوڑی بھاگ جاتی اور پھر آجاتی یہی تماشا کرنے لگتی تو گھر والوں نے اسے کہا کہ باڑلی ایسا نہ کرو ورنہ داروغہ صاحب آکر ماریں گے۔ اتنے میں میں بھی پہنچ گیا تو وہ عورت مجھے کہنے لگی کہ سرکار مجھے پہچانتے ہو میں نے گھر والوں سے اس کی باتیں سن لی تھیں اور اس کے پوچھنے پر میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا سرکار یاد کرو فیض آباد آپ نے میرے پاس رات کو تاپنے کیلئے آگ روشن کرائی تھی میں وہی ہوں اور تم لوگ میرے تبادلہ کرادینے کی وجہ سے یہاں آئے ہو اب مجھے خیال تو ہوا مگر اہمیت نہ دی اور ہم اپنے شغل میں لگ گئے، گھر والوں نے آپس میں تذکرہ کیا کہ ہردوئی کی امرتی اچھی ہوتی ہے وہ عورت بولی سرکار امرتی کھانا چاہتے ہو تو لو یہ کہتے ہی ایک امرتی سے بھری ہوئی ٹوکری پیش کردی جس میں گرم گرم امرتیاں تھیں اور ہم نے اس خیال سے کہ نہیں معلوم یہ کیا بلا ہے وہ نہ کھائیں ایک دن گھوڑے کے دانے والی بھری ہوئی بالٹی لائی اور کہا کہ یہ دانہ نہیں روپے ہیں جب ہم نے دیکھا تو بالٹی واقعی روپوں سے بھری ہوئی تھی۔

حضرت والاؒ نے فرمایا کہ یہاں میں نے نعیم اللہ خان سے دریافت کیا کہ وہ روپے کیا ہوئے بتایا کہ وہ رہے نہیں میں نے کہا کہ بس آگے چلو آگے سنایا کہ وہ روز آجاتی۔ گھر والوں نے ایک دن کسی ضرورت کے تعویذ کا ذکر کیا تو اس عورت نے کہا سرکار تعویذ چاہیے یہ کہہ کر ہاتھ سے فوراً تعویذ نکال کر دے دیئے۔ غرض بچوں عورتوں کیلئے ایک تماشا تھا اس سے ہم نے پوچھا کہ تو کیا بلا ہے؟ اس نے کہا کہ سرکار شہیدوں کے جن مجھ پر عاشق ہیں وہ رات کو ہمارے پاس نہ رہتی بلکہ کہیں دیکھی نہ جاتی تھی۔ ایک دن میں نے پوچھا کہ وہ جن کہاں ہیں اور کیسے ہیں اس نے کہا کہ سرکار جن دیکھ کر ڈر جاؤ گے میں نے کہا کہ نہیں تو اس عورت نے اپنا منہ دوسری طرف پھیرا کر ہماری طرف کیا تو بہت بڑا سر

بہت بڑی بڑی لوٹے سے کچھ کم آنکھیں اور بڑی بڑی مونچھیں نظر آئیں اور پھر دوسری طرف منہ کر کے جو ہماری طرف پھیرا تو وہ عورت کی عورت ہم بے حد حیران ہوئے۔ میں نے کہا وہ شہید کہاں ہیں کہا سرکار یہیں باہر جنگل میں ہیں۔ میں نے کہا کہ ان کی قبریں مجھے بھی دکھاؤ تو اس نے رات کو ساتھ چلنے کو کہا میں اور میرے دیوان مسلح ہو کر رات کو ساتھ ہو لیے تو شہر سے فاصلہ پر جا کر اس نے ہم سے الگ ایک جست کھاس اور جنگل کی طرف کی اور آگے جا کر ہمیں کہا کہ یہاں آجاؤ ہم بھی لپکے چلے گئے وہاں معمولی شکستہ شدہ دو قبریں اور ایک نماز کیلئے چبوترہ سا بہت خستہ حالت میں تھا۔ وہاں اس نے بھی نفل پڑھے اور ہمیں بھی پڑھنے کو کہا ہم باوضو ہو کر گئے تھے نفل پڑھے اور پھر اس سے باتیں کرنے لگے میں نے کہا یہاں ہم بہت دور اپنے ضلع سہارنپور سے آگے ہمارا یہاں سے تبادلہ اس طرف کرا دے اس نے کہا سرکار یہ دو اینٹیں اٹھا کر پلٹ کر رکھ دو میں نے الٹا کر رکھ دیں تو کہا کہ فلاں جگہ کا تبادلہ فلاں ضلع کا صبح کو آپ کا ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ سہارنپور کا نہ کرایا۔ خیر وہ بھی وہاں سے قریب ہے۔ اگلے روز صبح کو اچانک یہاں سے اس ضلع کو جانے کا حکم مل گیا وہاں کے کلکٹر نے مل کر بہت اچھی طرح باتیں کیں۔ تعلیم دریافت کی میں نے بتایا کہ بی اے کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ضلع میں فلاں جگہ (جو اس عورت نے بتائی تھی) خالی تھا وہاں چلے جاو، ہم وہاں اس گاؤں چلے گئے وہ عورت بھی وہاں پہنچ گئی اس سے کہا کہ باؤلی وہاں شہر میں تھا کوتوال تھا اب یہاں گاؤں کے ویران تھانے میں آ گئے اچھا تبادلہ ہوا کہ مصیبت ہوگئی بولی سرکار گھبراؤ نہیں جلد ضلع کے مقام پر تبادلہ ہو جائے گا۔

چنانچہ دو تین روز بعد کلکٹر نے یا کسی اور افسر نے جسکا تعلق تھا مجھے اس تھانہ سے بلا کر جہاں ایک افسر پولیس کا پیشی میں ہوتا ہے وہاں لگا دیا اور دو ایک روز میں میری رپورٹیں وغیرہ کام جانچ کر کہہ دیا کہ اب تم خود ہی لکھ کر مجھ سے دستخط کرا لیا کرو چنانچہ میں ضلع کے مقام میں کلکٹر کے نام پر حکومت کرنے لگا اب وہ عورت آئی تو کہتی کہ سرکاری ملازمت چھوڑ دو یہ پڑھا کرو وہ پڑھا کرو۔ میں نے کہا باؤلی اب تو ہم آرام میں آئے اور ملازمت کا پورا فائدہ اُٹھانے کے دن آئے اب چھوڑ دیں ہم نہیں چھوڑتے اس نے کہا کہ اچھا اس کے بعد والد صاحب کے خط آنے لگے کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں تمہارے دوسرے بھائی فلاں فلاں کاموں کی وجہ سے باوجود بلانے کے میرے پاس رہنا نہیں چاہتے اور بھی ضرورتیں ہیں تم ملازمت چھوڑ کر چلے آؤ میں نے حیل وحجت کی تو والد صاحب نے خود آ کر مجھ سے استعفیٰ دلا دیا۔ ایک دو مرتبہ کلکٹر نے استعفیٰ نامنظور بھی کیا اور مجھے بہت سمجھایا کہ ملازمت نہ چھوڑو

مگر میں والد صاحب کے کہنے سے مجبور تھا اور آخر چھوڑ کر چلا آیا۔ اب جس کام کو کرتا ہوں نقصان اور ٹوٹا ہوتا اور بڑی دقت کی زندگی ہوگئی ہے اور وہ عورت بھی اب کبھی دکھائی نہ دے میرے گھر سے پانی پت کی تھیں وہ مریض رہنے لگی بہت علاج کیے ناکامی کی صورت میں دعاؤں اور عاملوں کی طرف رجوع کیا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں استخارہ یا کوئی عمل کروں گا جس سے یہ معلوم ہوجائے گا کہ ان مصائب کا ازالہ کیسے ہوسکتا ہے۔ چنانچہ کچھ دن کے بعد بتایا کہ پانی پت میں ایک مزار ہے کسی شہید کا یا بزرگ کا اس پر جاکر سات چراغ جلادو تو سب درست ہوجائے گا۔ چنانچہ میں نے جانا تو اپنے سسرال تھا ہی چراغوں کا انتظام کر کے لے گیا مزار پر بڑی دہشت معلوم ہوتی تھی اور کانپنے لگتا کہ چراغ جلائیں مگر ہمت کر کے جلد جلد وہ چراغ جلادیئے اگرچہ اس کا کچھ فائدہ ہوا مگر معتدبہ (ان واقعات کا خلاصہ آگے مجلس ۱۹ میں بھی آیا ہے) فائدہ نہ ہوا۔

ایک دن دوسری مرتبہ میں پانی پت گیا تو ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی اور میرے قدموں پر گرگئی۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہی عورت تھی مگر وہاں اس کے کپڑے پوربی وضع کے تھے اور یہاں ادھر کی وضع کے تھے بڑی روتی رہی اور اصرار کیا کہ میری دعوت ضرور کھاؤ۔ میں نے دریافت کیا کہ تو یہاں کہاں رہتی ہے اس نے کہا کہ سرکار مجھے اب مدت سے یہاں قید کیا گیا ہے۔ قلندر صاحب میں ایک حجرہ میں رہتی ہوں اور شعبدے کے طرز پر تعویز مانگنے والوں کو ہاتھوں میں سے تعویذ نکال نکال کر دیتی رہتی تھی لوگوں نے بھی یہ تماشا بنا رکھا تھا اور سارا دن یہ سلسلہ جاری رہتا۔

حضرت والاؒ نے یہ حکایت سنا کر فرمایا کہ میں نے اور لوگوں سے بھی اس کے بعد دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہاں اس قسم کی عورت رہتی ہے جس طرح وہاں اور لوگ پڑے رہتے ہیں وہ بھی پڑی رہتی ہے۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ مجھ سے نعیم اللہ خان نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی۔ میں نے بتایا کہ یہ سب شیطانی اثرات تھے اور اس نے تم سے شرک کرانا تھا وہ چراغ جلوا کر کرالیا اور کچھ بھی نہیں۔ اس کے بعد نعیم اللہ خان نے میرے ہاتھ پر بیعت بھی کی اب ان کا انتقال ہوچکا ہے۔ اس کے بعد حضرت والاؒ نے رائے پور کے مکان کے پتھراؤ کا قصہ اور حضرت مدنیؒ کے ایک بنگالی شاگرد کا جن بلانے کا قصہ اور بہٹ میں شاہ زاہد حسین صاحب کے ہاں بھی اس بنگالی کے آنے اور جن کے ذریعہ معلوم کر کے کپڑے میں سے ایک منقوش ہڈی نکالنے کا قصہ بیان فرمایا جو طوالت کے باعث چھوڑ رہا ہوں۔

لیلۃ الجائزہ (شب عید) کی عبادت

فضیلت:

(1) جس شخص نے دونوں عیدوں (عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ) کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا تو اس کا دل اس دن مرے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوجائیں گے۔

یعنی قیامت کے ہولناک اور دہشت ناک دن میں جب ہر طرف خوف و ہراس اور وحشت اور گھبراہٹ پھیلی ہوئی ہوگی، ایسے قیامت خیز دن میں اللہ تعالیٰ اس بندہ کو پرتنعم اور باسعادت زندگی بخشیں گے۔ خوف و دہشت کا دور دور تک کوئی نشان نہ ہوگا۔ ہر بھلائی اس کے عدم چومے گی، اس پر رحمت ہی رحمت برستی ہوگی اور وہ پُرلطف اور پُرمسرت زندگی میں مگن ہوگا۔ (المائدہ:120)

(2) جس شخص نے (ذکروعبادت کے ذریعے) پانچ راتیں زندہ رکھیں اس کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ وہ پانچ راتیں یہ ہیں:

(1) آٹھ ذی الحجہ کی رات (2) عرفہ کی رات (3) بقرعید کی رات (4) عیدالفطر کی رات (5) پندرھویں شعبان کی رات۔ (ترغیب: رقم 1656)

(3) حضورﷺ نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں اُمت محمدیہ کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ گیا اس سے شب قدر مراد ہے؟ فرمایا: نہیں (یہ فضیلت آخری رات کی ہے۔ شب قدر کی فضیلتیں اس کے علاوہ ہیں) بات یہ ہے کہ عمل کرنے والے کا اجر اس وقت پورا دے دیا جاتا ہے جب کام پورا کردیتا ہے (اور آخری شب میں عمل پورا ہوجاتا ہے لہٰذا بخشش ہوجاتی ہے)۔

(4) حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم کے مستحق ہوچکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کیے گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں

آزاد فرماتے ہیں۔

اعمال:

نوافل، تلاوت، ذکر، استغفار، دعا، گناہوں سے بچنا، عشا، فجر جماعت سے پڑھنا الغرض وہ تمام اعمال جو شب قدر میں کیے، ان ہی کو کیا جائے۔ البتہ آج کی رات پورا زور اپنے تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول کروانے پر لگایا جائے۔ اپنی نیکی اور عبادت پر ہرگز مطمئن نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی اور اس کے قہر وجلال سے برابر ڈرتے ہیں کہ کہیں میرے یہ تمام اعمال کھوٹے ہونے کی وجہ سے میرے منہ پر مار دیئے جائیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ سے قرآن کی آیت:

والذین یؤتون ما آتوا وقلوبھم وجلة انھم الی ربھم راجعون. (مؤمنون: 60)

ترجمہ: اور وہ جو عمل بھی کرتے ہیں اسے کرتے وقت ان کے دل اس بات سے سہمے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے پروردگار کے پاس واپس جانا ہے۔"

کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چغلی کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے میرے صدیق کی بیٹی نہیں، بلکہ وہ اللہ کے وہ خدا ترس بندے ہیں جو روزے رکھتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اس کے باوجود اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ عبادتیں رد نہ کی جائیں۔ یہی لوگ بھلائیوں کی طرف تیزی سے دوڑتے ہیں۔ (ترمذی، رقم 3099 ابن ماجہ: رقم 4188)

یہ بات ذہن میں ہو کہ اللہ کی طرف سے عبادتوں کی توفیق کامل جانا اس کی قبولیت کی علامت نہیں ہے۔ قابیل نے بھی تو قربانی کی تھی لیکن قبول نہ ہوئی۔ (المائدہ: 27) ابراہیمؑ کو باوجود نبی ہونے کے تعمیر خانہ کعبہ کے وقت قبولیت کی دعا مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ (البقرہ: 127)

نیز اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ تقویٰ اور خوف خدا رکھنے والوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔

یہ آیت تمام عبادت گزاروں کیلئے بڑا تازیانہ ہے لہٰذا آج کی رات خوب تضرع سے اپنے اعمال کی قبولیت اور مغفرت کیلئے اللہ سے دعائیں مانگیں۔

ربنا تقبل منا انك السميع العليم. و بنا واجعلنا مسلمين لك ومن ذريتنا امة مسلمة لك وارنا مناسكنا وتب علينا انك انت التواب الرحيم. (بقرہ: 127، 128)

ترجمہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے۔ بیشک تو اور صرت تو ہی ہر ایک کی سننے والا، ہر ایک کو جاننے والا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مکمل فرماں بردار بنالے اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا کر جو تیری پوری تابعدار ہو اور ہم کو ہماری عبادتوں کے طریقے سکھادے اور ہماری توبہ قبول فرمالے۔ بیشک تو اور صرف تو ہی معاف کر دینے کا خوگر (اور) بڑی رحمت کا مالک ہے۔''

شب عید کی کوتاہیاں:

(1) بعض لوگ یہ مبارک رات مختلف کھیلوں میں مصروف ہو کر گزار دیتے ہیں، مثلاً شطرنج، چوسر، لوڈو، کیرم بورڈ اور دیگر جدید ہار جیت والے کھیلوں میں، جن میں شطرنج اور چوسر تو حرام ہی ہیں اور باقی کھیل بھی شرائط جواز مفقود ہونے کی بناء پر ناجائز ہوتے ہیں۔ بالفرض کوئی کھیل اگر جائز ہو تب بھی یہ مبارک رات لہو ولعب کیلئے نہیں، عبادت واطاعت کیلئے ہے۔ اس کو عبادت ہی میں مشغول رکھنا چاہیے۔ جائز اور مباح کھیلوں سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، المادۃ اللھو)

(2) بہت سے لوگ ٹی وی کے پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں۔ حالانکہ ٹی وی متعدد مفاسد اور بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے جس کی بناء پر اس کو دیکھنا جائز نہیں۔ پھر اس مقدس شب میں اس لعنت میں مبتلا ہونا اس کے گناہ کو اور بھی سخت کر دیتا ہے، اس لیے اس نامراد چیز سے بالعموم اور اس مبارک شب میں بالخصوص اجتناب کرنا لازم ہے۔

(3) بعض لوگ اس مبارک رات میں بازاروں کی سجاوٹ، چمک دمک، خریداروں کی کثرت دیکھنے کیلئے بازاروں میں تفریح کرتے ہیں اوراس طرح رات کا اکثر وبیشتر حصہ ضائع کردیتے ہیں، جبکہ بازارروئے زمین پر حق تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ بدتر اور مبغوض ہیں۔(مسلم: رقم 1076) جس کی وجہ یہ ہے کہ بازار اکثر گناہوں کا اور بڑے بڑے گناہوں کا مرکز ہیں۔ مثلاً عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ خرید وفروخت کرنا اور بازاروں میں گھومنا، گانا بجانا عام ہونا، دھوکا فریب، جھوٹ، غیبت، گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، کم تولنا اور کم ناپنا، ملاوٹ وغیرہ کرنا (اس لیے بازار میں تو تمام گناہوں سے حتی الامکان بچتے ہوئے ضرورت ے وقت بقدر ضرورت ہی جانا چاہیے) تو بلاضرورت بازاروں میں تفریح کرنے والے بھی طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس طرح اس مبارک رات میں بجائے کچھ حاصل کرنے کے اور گناہوں میں مشغول ہونا اور حق تعالیٰ کی سب سے ناپسندیدہ جگہ میں بلاضرورت جانا اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے بالکل محروم کرنا ہے۔

(4) بعض لوگ اس رات ہوٹلوں میں ٹھنڈے گرم مشروبات پینے میں مصروف ہوکر اور گھنٹوں اِدھر اُدھر کی فضول باتوں بلکہ گناہ کی باتوں میں مشغول ہوکر اس مقدس شب کا بہترین اور اکثر حصہ ضائع کردیتے ہیں جو سراسر محرومی ہے اور گناہوں کا ارتکاب جدا ہے۔

(5) بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں اس شب کی عظمت اور فضیلت ہی کا علم نہیں، اس لیے وہ کبھی اس رات میں ذکر وعبادت اور تسبیح ومناجات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ اپنی جہالت ونادانی سے بیسیوں راتیں گنوا چکے ہیں، اوران کی اس جہالت نے انہیں آخرت کے ثواب عظیم سے محروم کیا ہوا ہے جو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔

(6) بعض لوگ جنہیں اس رات کی عظمت وفضیلت کا علم ہے، دین اور علم دین سے ان کو نسبت سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ اگر کوئی غلطی سے انہیں اس طرف توجہ دلادے تو فوراً یہ جواب ملتا ہے کہ ''اس رات میں جاگنا کوئی فرض وواجب نہیں۔'' بیشک اس رات میں جاگنا اور عبادت وغیرہ کا اہتمام کرنا فرض وواجب نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اوراس کے نبی برحق ﷺ کی کیا یہ سب سے ترغیبات فضول ہیں اوراسی قابل ہیں کہ انہیں غیر فرض اور غیرضروری قرار دے

کر ٹھکرادیں اورعوام اپنی جہالت اور ناواقفیت کی بناء پر اہتمام نہ کریں تو پھر امت میں سے کون ان پر عمل کرے گا؟ ذرا بتایئے! آخرت کے اتنے عظیم ثواب اور رضائے الٰہی اور حصول جنت سے اپنے آپ کو محروم کرنا کیا کوئی خسارہ کی بات نہیں؟ اور کیا یہ چیزیں آپ حاصل کر چکے ہیں؟ اور اگر نہیں تو اس استغناء سے پناہ مانگئے اور استغفار کیجیے۔

(7) بعض تاجر اس شب میں دنیاوی مصروف کو کم کرنے کی بجائے اور بڑھا لیتے ہیں اور اس میں اس قدر منہمک اور مصروف ہو جاتے ہیں کہ بسا اوقات اس دھن میں فرض نمازیں بھی قربان ہو جاتی ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں۔ (مجالس الابرار: المجلس التاسع والستون:543) ایسے تاجر اگر کاروباری مصروفیت کم نہیں کر سکتے اور اس رات کو ذکر و تلاوت اور عبادت واطاعت میں نہیں گزار سکتے تو کم از کم فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ادا کر کے اور چلتے پھرتے ذکر و دعا کے ذریعے کسی نہ کسی درجہ میں وہ بھی اس شب کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں۔ بات اصل میں فکر وطلب اور قدر و قیمت کی ہے جس کے دل میں ذرا بھی اس کی اہمیت ہے اور فکر ہے تو وہ سخت سے سخت مشغولیت میں بھی اس فضیلت کو حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لے گا۔ اور جس کو طلب نہیں دنیا اور دنیاوی منافع ہی اس کی نظر میں اصل مقصود ہے تو اس کے دل میں ان باتوں سے احتراز ہی پیدا ہوگا اور اس کا نفس طرح طرح کے حیلے بہانے پیش کر کے بالآخر اس کو اس شب کی برکات سے محروم کر دے گا۔ حق تعالیٰ محفوظ رکھے۔

(1) عید کی حقیقت

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں جن میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے اور کھاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت وخوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ گویا یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی لیے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔

اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں: ایک عید الفطر اور دوسرے عید الاضحیٰ۔ بس یہی مسلمانوں کے اصل مذہبی وملی تہوار ہیں۔ ان کے سوا مسلمان جو تہوار مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت سے شروع ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت

فرما کر مدینہ طیبہ آئے۔عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا ہے۔

جیسا کہ معلوم ہے عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ 10 / ذی الحجہ کو۔رمضان المبارک دینی وروحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب لیس مبارک مہینہ ہے۔اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا،اسی پورے مہینے کے روزے امت مسلمہ پر فرض کیے گئے۔اس کی راتوں میں ایک مستقل باجماعت نماز کا اضافہ کیا گیا اور ہر طرح کی نیکیوں میں اضافہ کی ترغیب دی گئی۔الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ کا اور ہر طرح کی طاعت وعبادات کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا۔ظاہر ہے کہ اس مہینے کے خاتمے پر جو دن آئے،ایمانی اور روحانی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو اس امت کے جشن ومسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے۔چنانچہ اسی دن کو ''عید الفطر'' قرار دیا گیا۔(ابوداؤد: رقم 959)

(2) عید کی فضیلت:

جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں۔وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں،راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے،پکارتے ہیں کہ اے محمد ﷺ کی امت! اس کریم رب کی (درگاہ) کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے،اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے۔پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری کی پوری دے دی جائے۔تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی۔اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے،میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا (اوران کو چھپاتا رہوں گا)۔میری عزت کی قسم! اور میرے جلال کی قسم! میں

تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے، خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم (ترغیب: رقم 1493)

(3) عید کے دن کے مسنون اعمال

(1) عید گاہ جانے سے پہلے کے اعمال

(1) صبح کو بہت جلدی اُٹھنا (ہندیۃ: 4/344)

(2) غسل کرنا، مسواک کرنا (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید)

(3) جو عمدہ سے عمدہ کپڑے موجود ہوں ان کو پہننا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید) (4) شریعت کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید) (5) خوشبو لگانا۔ (ہندیۃ: 4/344)

(6) عید الفطر میں نماز عید کیلئے جانے سے پہلے کچھ کھانا اور عید الاضحیٰ میں نماز عید سے پہلے نہ کھانا بلکہ واپس آ کر اپنی قربانی کا گوشت تناول کرنا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید)

(7) عید کے دن ہر قسم کی نفلی نماز عید کی نماز سے پہلے ہر جگہ (گھر ہو یا عید گاہ) مکروہ ہے البتہ عید کی نماز کے بعد گھر آ کر نفلیں پڑھ سکتے ہیں عید گاہ میں نہیں۔ (بدائع: 3/106 مایستحب فی یوم العید)

(8) اگر نماز صرف عید گاہ میں ہوتی تو عید گاہ میں جا کر عید کی نماز پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید)

(9) عید کی نماز کیلئے بہت سویرے جانا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید)

(10) عید گاہ پیدل جانا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید)

(11) نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کر دینا۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی: ص 346، باب احکام العید)

(12) راستے میں آہستہ آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد کہتے جانا۔

(2) عید گاہ اور وہاں سے واپسی کے اعمال

خطبہ کا سننا واجب ہے خواہ آواز آئے یا نہ آئے، عید گاہ سے خطبہ ختم ہونے سے پہلے نہ نکلیں۔

☆ دعا نماز عید کے بعد ہی کرنا بہتر ہے۔

☆ جس راستے سے عید گاہ آئے ہیں وہ راستہ بدل کر دوسرے راستے سے گھر جانا۔

---

(4)عید کی کوتاہیاں

عید کی تیاریاں

ایک اور فتنہ ’’عید کی تیاری‘‘ کا ہے جو عید الفطر میں زیادہ اور بقر عید کے موقع پر کچھ کم برپا ہوتا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کیلئے بلاشبہ مسرت کا دن قرار دیا ہے اور اتنی بات بھی شریعت سے ثابت ہے کہ اس روز جو بہتر سے بہتر لباس کسی شخص کو میسر ہو وہ لباس پہنے، لیکن آج کل اس غرض کیلئے جن بے شمار فضول خرچیوں اور اسراف کے ایک سیلاب کو عیدین کے لوازم میں سمجھ لیا گیا ہے، اس کا دین و شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

آج یہ بات فرض و واجب سمجھ لی گئی ہے کہ کسی شخص کے پاس مالی طور پر گنجائش ہو یا نہ ہو لیکن وہ کسی نہ کسی طرح گھر کے ہر فرد کیلئے نئے جوڑے کا اہتمام کرے۔ گھر کے ہر فرد کیلئے جوتے ٹوپی سے لے کر ہر ہر چیز نئی خریدے۔ گھر کی آرائش و زیبائش کیلئے نت نیا سامان فراہم کرے۔ دوسرے شہروں میں رہنے والے اعزہ اور اقارب کو قیمتی کارڈ بھیجے اور ان تمام امور کی انجام دہی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک متوسط آمدنی رکھنے والے شخص کیلئے عید اور بقر عید کی تیاری ایک مستقل مصیبت بن چکی ہے۔ اس سلسلے میں وہ اپنے گھر والوں کی فرمائشیں پوری کرنے کیلئے جب جائز ذرائع کو ناکافی سمجھتا ہے تو مختلف طریقوں سے دوسروں کی جیب کاٹ کر وہ روپیہ فراہم کرتا ہے تاکہ ان غیر متناہی خواہشات کا پیٹ بھر سکے۔ اور اس عید کی تیاری کا کم سے کم نقصان تو یہ ہے ہی کہ رمضان اور خاص طور سے آخری عشرے کی راتیں اور اسی طرح بقر عید کے پہلے عشرے کی راتیں بالخصوص بقر عید کی شب جو گوشۂ تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض و مناجات اور ذکر و فکر کی راتیں ہیں وہ سب بازاروں میں گزرتی ہیں۔

عید کی مبارک بادی کو لازم سمجھنا

عید کی مبارک بادی تمام منکرات سے خالی ہو۔ مثلاً نہ اس کو سنت سمجھا جائے اور نہ فرض اور واجب کی طرح ضروری اور نہ فرض و واجب کا سا اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے، جو اس کا اہتمام نہ کرے اس کو برا بھلا نہ کہا جائے، نہ ٹیڑھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جائے، اور جب ملاقات ہو تو پہلے باقاعدہ

مسنون سلام کیا جائے۔اس کے بعد تقبل اللہ منا ومنک یا اس کے ہم عنی کوئی دوسرا لفظ جیسے عید مبارک ہے، کہہ دیا جائے تو جائز اور دعا ہونے کی بناء پر ثواب ہے۔لیکن اگر اس میں حد سے تجاوز کیا جائے مثلاً سنت سمجھا جائے یا فرض وواجب کی طرح اس کو ضروری سمجھا جائے۔اور اس طرح اس کا جو درجہ ہے اس سے اس کو بڑھا دیا جائے تو پھر مکروہ اور ممنوع ہے۔

عید کی سویاں

خاص سویوں کو عید کی سنت قرار دینا یا انہیں عید کے دن پکانے کو ایسا لازمی اور ضروری سمجھنا کہ جو شخص عید کے دن سویاں نہ پکائے،اس پر شرعی حیثیت سے نکیر کرنا ناجائز ہے۔البتہ جو لوگ ایسا نہ سمجھیں بلکہ محض اپنی سہولت یا پسند کے مطابق اس کو معمول بنائیں تو اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔بعض قرائن اور شواہد کی بناء پر عید کی سویوں کے متعلق ہمارے یہاں کا تأثر یہ ہے کہ عام لوگ اس کو عید کی سنت یا ایسا لازمی سمجھتے ہیں کہ اس کے ترک کو قابل طعن قرار دیتے ہیں۔اس طرح یہ بھی عید کی ایک رسم بن چکی ہے۔

عید اور گناہ

آج کل لوگ عید کے دن خوب اچھی طرح گناہ کرتے ہیں۔اس دن ٹی وی دیکھنا، گانے سننا تو بہت سے لوگوں نے اپنے ذمہ فرض کر رکھا ہے۔عید کی خوشی کو ٹی وی اور گانوں کے ناپاک عمل سے مٹی میں ملا دیتے ہیں کیونکہ گناہ میں کوئی خوشی نہیں۔اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی چیز کیسے باعث خوشی بن سکتی ہے؟ بہت سے لوگ عید کے کپڑے بناتے ہیں تو اس میں بھی حرام حلال کا خیال نہیں کرتے۔

مرد ٹخنوں سے نیچے کپڑے پہنتے ہیں،عورتیں باریک اور مختصر کپڑے پہنتی ہیں،اور بہت سے لوگ خوب اچھی ڈاڑھی کٹوا کر،انگریزی بال تراش کر نماز عید کیلئے آتے ہیں۔جو عید سراپا اطاعت اور فرمانبرداری کا مظاہرہ کرنے کیلئے تھی اسے گناہوں سے ملوث کر دیا۔سب کو راضی کیا،رب کو ناراض کر دیا تو عید کہاں کی رہی؟ عید تو اسلامی چیز ہے،اس دن ہر کام خصوصیت کے ساتھ اچھا اور نیک ہونا چاہیے۔اس دن گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے اور طبیعت کو آمادہ کیا جائے کہ آئندہ بھی گناہ نہ کریں گے۔مومن کی زندگی گناہوں والی زندگی نہیں ہوتی۔

CORRECTION OF MISTAKES IN THE RECORD OF THE PROCEEDINGS

Mr. Yahya Bakhtiar: *Sir correction of mistakes in the record of the proceedings there are a lot of mistakes in the record and that is why....*

(جناب یحییٰ بختیار: جناب! جو ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ اس میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یا تو......)

Mr. Chairman: *Yes.* (جناب چیئرمین: جی ہاں!)

Mr. Yahya Bakhtiar: *The Secretary or the Joint Secretary should very carefully go through it, because this is important. I have asked at a number of places that: "I am not giving you the example, the exceptional example of a man who tells lies in order to save his life." and it has been written.*

"I am giving the example", The word not what is missing, May be I was away from the mike, but this can make all the difference. So, there are so many other things. Some quotations have been left out, and punctuations is required. When I say that supposing I go and say that I am Christian. Now "I am Christian" comes within inverted commas. These things should be looked into....

(جناب یحییٰ بختیار: سیکرٹری صاحب خود یا جائنٹ سیکرٹری بڑے غور سے ریکارڈ کا مطالعہ کریں۔ کیونکہ یہ ضروری امر ہے۔ میں نے کتنی ہی دفعہ ان سے کہا ہے کہ میں مثالیں نہیں دے رہا ہوں۔

انتہائی مثالیں ایک شخص کی جو اپنی جان بچانے کی خاطر جھوٹ بولتا ہے اور یہاں ریکارڈ میں انہوں نے لکھا ہے کہ میں مثالیں دے رہا ہوں۔ لفظ ''نہیں'' غائب ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت میں مائک سے دور رہا ہوں گا۔ جو یہ لفظ ریکارڈ میں نہیں آیا۔ بہرحال ان سب باتوں سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ اسی طرح کی اور باتیں بھی ہیں۔ کہیں اقتباسات نہیں درج کئے ہیں کہیں رموز اوقاف کی ضرورت ہے۔ مثلاً میں نے یہ کہا تھا کہ فرض کریں میں جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں عیسائی ہوں۔ اب یہ الفاظ ''کہ میں عیسائی ہوں'' یہ الفاظ واوین میں لکھے ہوئے ہیں۔ ان سب باتوں کو دیکھنا چاہئے)

***Mr. Chairman:** Yes, that will be.*

(جناب چیئرمین: جی ہاں! ہم اس پر خیال رکھیں گے)

***Mr. Yahya Bakhtiar:** .... before it is circulated to the members.*

(جناب یحییٰ بختیار: ریکارڈ کی تقسیم سے قبل)

***Mr. Chairman:** That we will; we will look into that matter.*

(جناب چیئرمین: ہم اس کا خیال رکھیں گے اور ٹھیک کریں گے)

***Mr. Yahya Bakhtiar:** Thank you.*

(جناب یحییٰ بختیار: شکریہ!)

***Mr. Chairman:** And we adjourn the House to meet at 12:15.*

(جناب چیئرمین: اب سوا بارہ بجے تک اجلاس ملتوی ہوتا ہے)

***Mr. Yahya Bakhtiar:** And you have noticed. Sir, that I was given some of the citations a different impression from the small quotation which I was given. I think it should be carefully studied before they ask me to put a question.*

(جناب یحییٰ بختیار: اور آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ مجھے چند حوالہ جات دیئے گئے تھے۔ جو یا تو وجود ہی میں نہیں ہیں یا ان کا کوئی اور مطلب نکلتا ہے۔ ان چھوٹے اقتباسات سے جو میں پیش کر رہا تھا۔ میری نظر میں ان کو اچھی طرح بڑے خیال سے دیکھا جانا چاہئے۔ پیشتر اس کے لئے مجھے یہ حضرات سوال پیش کرنے کے لئے کہیں)

387

***Mr. Chairman:** Yes. Thank you very much. The House is*

adjourned for 12:15.

(جناب چیئرمین: جی ہاں! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ اجلاس سوا بارہ بجے تک کے لئے ملتوی)

(The Committee adjourned to reassemble at 12:15 hours)

[The Committee re-assembled after break, Mr. Chairman (Sahibzada Farooq Ali) in the Chair.]

جناب چیئرمین: وہ دروازے تو بند کروادیں۔ کیونکہ پھر وہ ممبر صاحبان وہاں بیٹھ کے اتنے زور سے گپس...... جاوید وہاں ایک آدمی کو کھڑا کردیں۔

Those doors should be closed. Then the members are at liberty to discuss anything in the lobby whatever they like but not so much noise that attention of the House is attracted towards the lobby.

Mr. Chairman: ***(to Mr. Yahya Bakhtiar)***

آپ کی مرضی ہے۔ سٹینڈنگ کمیٹی میں آپ دیکھ لیں پہلے۔ ہاں وہ آپ لکھ دیں۔ میں لکھ دوں گا اپنی ذمہ داری پر۔ نہیں مجھے لکھ دیں گے نا درخواست کہ ہمیں چھپوانا ہے۔ میں لکھ دوں گا کہ آپ نے اس کو ***Leak*** نہیں کرنا اپنے ***Risk*** پر کریں گے۔ ہاں۔ ہاں۔ ہم نہیں کراسکتے۔ مفتی صاحب نے خود کرایا ہے۔ سب اپنے ***Risk*** پر کرائیں گے۔...... گیلری میں کوئی نہیں ہے۔ گیلری کی طرف نہ دیکھیں۔ میں نے کہا پریس کوئی نہیں بیٹھا ہوا۔ ***Haider Sahib is very attentive very attentive... you have occupied this chair only to be in the*** ***Midst*** یہ جو آپ کے ***Side Comments*** جو ہیں نا وہ یہاں پہنچے نہیں ہیں...... اس کا جواب آپ ہی دے سکتے ہیں۔

[388]***Today after nine, after the evening session, we shall review everything. After the last session today we will review everything*** وعلیکم السلام ***as to how long we have....***

(The Delegation entered the Chamber)

Mr. Chairman: ***Yes, Mr. Attorney- General.***

CROSS- EXAMINATION OF THE QUADIANI GROUP DELEGATION

(مردہ علیؓ، معاذ اللہ)

جناب یحییٰ بختیار: مرزا صاحب! کیا مرزا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ: ’’پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی (مرزا غلام احمد) تم میں موجود ہے۔ اس کو تم چھوڑتے ہو اور ایک مردہ علی کو تلاش کرتے ہو۔‘‘ (ملفوظات احمدیہ ج ۲ ص ۱۴۲ ایڈیشن نومبر ۱۹۸۴)

مرزا ناصر احمد: ’’مردہ علی‘‘ کے معنی وفات یافتہ ہیں نا؟

جناب یحییٰ بختیار: جی؟

مرزا ناصر احمد: ’’مردہ علی‘‘ کے معنی وفات یافتہ ہیں نا؟

جناب یحییٰ بختیار: وہ خیر آپ جو......

مرزا ناصر احمد: ہاں......’’مردہ علی‘‘ کہنے میں توہین مراد نہیں بلکہ اس غالی شیعہ کو جو آپ کا مخاطب تھا۔ اس غلط اور قوم کے نقصان دہ رجحان کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وفات یافتہ بزرگوں کو تو ان کے مقام سے بڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن جو خدا کے مصلحین ان میں زندہ موجود ہوتے ہیں۔ ان کی سخت ناقدری کی جاتی ہے۔ پہلی امتوں کو بھی اس رجحان نے نقصان پہنچایا ہے اور اب بھی ایسے رجحانات امت مسلمہ کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں۔

[389] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ سیرت قابل اقتداء ہے۔ جس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ ان خوبیوں کو پہچان کر جن بزرگوں میں حضرت علی کی صفات پائی جاتی ہیں۔ ان کی پیروی کرو۔ چنانچہ اپنے آپ کو بطور ایک زندہ مثال پیش کیا۔ اس سے زیادہ اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام کا تعلق ہے تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دل میں آپ کی بڑی عظمت اور توقیر تھی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ تو اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بڑا مقام آپ نے ظاہر کیا اور ہر جگہ دوسرا کیا۔ اس لئے ایک فقرے کو اپنے *Context* اور سیاق وسباق سے نکال کے اس کے غلط معنی درست نہیں ہیں۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ نے مرزا غلام احمد کی عبارت پڑھی؟

مرزا ناصر احمد: ہاں جی۔

جناب یحییٰ بختیار: کہ آپ نے اپنی *Explanation* دی؟

مرزا ناصر احمد: نہیں، نہیں۔ یہ جو عبارت میں نے پڑھی ہے۔ وہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: نہیں، باقی جو آپ نے پڑھ کر سنایا ہے؟
مرزا ناصر احمد: وہ باقی میری ہے۔
جناب یحییٰ بختیار: آپ کی **Explanation** ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ آنحضرتa بھی وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے ابھی ہم ان کو بھی چھوڑ دیں؟
مرزا ناصر احمد: نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا جو ابھی میں نے پڑھا ہے کہ ان کی خوبیوں کی اقتداء کرو اور وہی برکت حاصل کرتے ہیں اس سے......
[390] جناب یحییٰ بختیار: ''ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علیؓ کو تلاش کرتے ہو۔''
مرزا ناصر احمد: وفات یافتہ جو ہیں۔ ان کو جو مقام دنیا اور ان کی جو سنت ہے اس کی اتباع نہ کرنا یہ درست نہیں ہے آپ کے نزدیک۔ حضرت علیؓ کی اپنی ایک سنت ہے۔ ایک زندگی کا نمونہ ہے۔ بڑا حسین اور قابل تقلید ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی تقلید کرو۔ تقلید کا......اور ہر زمانہ تقلید کرے۔
جناب یحییٰ بختیار: میرا یہ **Impression** ہے کہ جہاں وہ کہتے ہیں کہ:

''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے''

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

اسی **Sense** میں حضرت علیؓ کو چھوڑو، میرے پاس آؤ۔
مرزا ناصر احمد: میں صرف یہ عرض کروں گا کہ آپ کا **Impression** غلط ہے۔

(سیدہ فاطمہؓ کی اہانت، معاذاللہ)

جناب یحییٰ بختیار: یہ آپ کہہ سکتے ہیں۔
اچھا جی، اب یہ بتائیے کہ مرزا صاحب نے یہ کہا تھا کہ: ''حضرت فاطمہؓ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھلایا کہ میں اس میں سے ہوں۔''
(ایک غلطی کا ازالہ ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۱۳)

مرزا ناصر احمد: یہ ابھی اصل دیکھتے ہیں۔
جناب یحییٰ بختیار: آپ دیکھ لیجئے۔ میں اگلا سوال پوچھتا ہوں۔
مرزا ناصر احمد: میں دیکھتا ہوں۔ اگر کتاب یہاں ہے تو ابھی دیکھ لیتے ہیں۔
جناب چیئرمین: کتاب دے دیں۔
جناب یحییٰ بختیار: ''ایک غلطی کا ازالہ'' ہوگا یہاں؟

جناب چیئرمین: اگر کتاب ہے تو کتاب دے دیں۔ ہے کتاب آپ کے پاس؟

[391] جناب یحیٰی بختیار: اور جی میں پھر اگلے سوال پر جاتا ہوں۔اس وقت تک آپ دیکھ لیں۔

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں۔ یہ ویسے نوٹ کر لیں کہ یہ پورا حوالہ نہیں دیا اس میں جو پہلے آپ نے پڑھا بلکہ وہ حصہ جو......

جناب یحیٰی بختیار: میں تو حصے ہی پڑھ رہا ہوں۔

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں۔

جناب یحیٰی بختیار: وہ حصہ درست ہے تو اس کے بعد آپ **Explanation** دیں گے کہ آگے کیا ہے۔

مرزا ناصر احمد: ہاں، ہاں، ٹھیک ہے۔ابھی دیکھ لیتے ہیں۔

(سیدنا حسینؓ کی اہانت، معاذ اللہ)

جناب یحیٰی بختیار: پھر انہوں نے کہا ہے کہ:

''کربلا ئے ست سیرہر آنم صد حسین است درگریبانم''

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحیٰی بختیار: یہ کہا ہے انہوں نے؟

مرزا ناصر احمد: یہ کہا ہے آپ نے اور یہ شیعہ حضرات میں ایک محاورہ چل رہا ہے۔(اپنے وفد کے ایک رکن سے) وہ نکالیں۔(اٹارنی جنرل سے کہا) یہ شیعہ لٹریچر میں یہ حوالہ ہے اور یہ جو ہے شعر، اس کو سمجھنے کے لئے بانی سلسلہ احمدیہ نے اس سے پہلے جو اشعار کہے ہیں، وہ جاننے ضروری ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

گشتہ اونہ یک نہ دونہ ہزار — این قتیلان او بیرون زشمار

ہر زمانے قتیل تازہ بخواست — غازۂ روئے اودم شہداء است

این سعادت چوں بود قسمت ما — رفتہ رفتہ رسید نوبت ما

کربلائے ست سیرہر آنم — صد حسین است در گریبانم

یہ قبل اس کے کہ میں اس کا مطلب بتاؤں......

جناب یحیٰی بختیار: میں سمجھ گیا......

مرزا ناصر احمد: ......یہ علامہ نوعی جو شیعہ عالم ہیں۔ بڑے مشہور، پرانے زمانے کے عالم، علامہ نوعی، ان کی یہ فوٹو سٹیٹ کاپی انڈیا آفس ریکارڈ وہاں سے......اصل میں یہ جو سارے اعتراضات ہیں۔ وہ

بڑے فرسودہ ہیں، پرانے۔تو اس سلسلے میں یہ منگوائی گئی تھی۔اب ان کا شعر بھی، شعر بھی سنئے:

کربلائے عشقم لب تشنہ سرتاپائے من صد حسین کشتہ درہر گوشہ صحرائے من

تو یہاں ''صد حسینؓ نہیں بلکہ ہر گوشہ صحرائے من میں صد حسین'' ہے۔تو یہ شیعہ حضرات کا ایک محاورہ ہے جو محبت کے اظہار کے لئے اور عظمت کے اظہار کے لئے ہے۔یہ تحقیر اور تذلیل کا اظہار کرنے کے لئے نہیں ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: صحراء میں تو مرزا صاحب ایک اور چیز ہے اور یہ کہہ دینا کہ:

صد حسین است درگریبانم

مرزا ناصر احمد: اور یہ کہہ دینا کہ:''صد حسین کشتہ در ہر گوشۂ صحرا من'' میں اور ہے؟

جناب یحییٰ بختیار: خیر، پھر میں آپ سے آگے پوچھتا ہوں۔

مرزا ناصر احمد: نہیں، ابھی میرا نہیں ختم ہوا جواب۔

جناب یحییٰ بختیار: پڑھ لیجئے آپ۔

مرزا ناصر احمد: جی۔

جہاں تک حضرت امام حسینؓ اور دوسرے اہل بیت کی ہتک کے الزام کا تعلق ہے۔اس دکھ دہ امر کے اظہار کے بغیر چارہ نہیں کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ مسلسل ناانصافی کا یہ طریق اختیار[393] کیا جارہا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اقتباس کو ادھورا پیش کیا جاتا ہے۔حالانکہ جس رنگ میں ان اقتباسات کو پیش کیا جاتا ہے۔خود اس کی تردید میں حضرت بانی سلسلہ کی واضح عبارت موجود ہوتی ہے۔زیر نظر الزام میں......

جناب چیئرمین: یہ آپ لکھا ہوا پڑھ رہے ہیں؟

مرزا ناصر احمد: جی۔

جناب یحییٰ بختیار: یہ اپنا **Explanation** دے رہے ہیں؟

مرزا ناصر احمد: اور آگے میں نے اقتباس پڑھنا ہے۔

جناب یحییٰ بختیار: ٹھیک ہے۔

Mr. Chairman: It can not be. It is an answer to a question? (جناب چیئرمین: یہ ہونا ممکن نہیں۔یہ ایک سوال کا جواب ہے)

مرزا ناصر احمد: یہ جو......جو میں آگے......

Mr. Yahya Bakhtiar: He is explaining; and let him reply. He is reading out the explanation.

(جناب یحییٰ بختیار: وہ سمجھا رہے ہیں ان کو جواب دینے دیں۔وہ اپنی وضاحت پڑھ کر سنا رہے ہیں)

گوشہء نفیس

مجلس حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہ

۲۳ کی رات بعد از تراویح:

کی مجلس میں آپ نے فرمایا: حضرت رائے پوریؒ آخر عمر میں قادیانیت کے فتنہ کے خلاف مکمل متوجہ ہو گئے تھے۔ ختم نبوت کے عقیدہ کے تحفظ کیلئے ہمہ تن علماء اور متوسلین کو متوجہ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ کوئی کمی کرتا توجہ نہ کرتا تو خفگی فرماتے۔ خفگی بھی صرف اس کام کیلئے فرماتے تھے، ورنہ تو سراپا شفقت تھے۔ ایک بار گورنمنٹ کی طرف سے پنجاب یونیورسٹی میں مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔ عرب وعجم سے سکالرز اکٹھے ہوئے۔ کئی دن پروگرام رہا۔ ان دنوں حضرت رائے پوریؒ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ روزمرہ مجلس مذاکرہ کی رپورٹ سے باخبر رہتے۔

ایک دن اطلاع ملی کہ بعض عرب ممالک کے نمائندگان نے فتنۂ قادیانیت کے متعلق آگاہی چاہی۔ آپ نے یہ سنا تو تڑپ گئے اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کو لکھنؤ پیغام بھجوایا کہ لاہور تشریف لائیں۔ وہ کھانسی میں مبتلا تھے۔ عذر کیا کہ تندرست ہونے پر حاضر ہوں گا۔ حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ ان سے کہو اسی حالت میں آجائیں۔ یہاں لاہور علاج کرائیں گے۔ وہ تشریف لائے تو مولانا لال حسین اختر ''مولانا محمد حیات'' مولانا قاضی احسان احمدؒ نے حوالہ جات مہیا کیے۔

مولانا علی میاں نے عربی میں ''القادیانی والقادیانیہ'' لکھی۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے طباعت کے خرچہ کا مجلس کی طرف سے ذمہ لیا۔ بمبئی سے پھر دمشق شائع ہوئی۔ دنیائے عرب میں اسے تقسیم کرایا۔ عرب دنیا نے اس کتاب سے فتنہ قادیانیت کو سمجھا۔ مصر، شام میں اس کتاب کا اتنا چرچہ ہوا کہ قادیانیت پر پابندی لگی۔

پھر دوبارہ حضرت رائے پوریؒ تشریف لائے۔ حضرت مولانا علی میاں نے سفر کیا پھر خود ہی

مولانا علی میاں نے اردو میں اسے مرتب کیا۔روز جتنا حصہ تیار ہوتا حضرت کو سنا دیا جاتا۔آخری خواندگی مولانا سید عطاء المنعم بخاریؒ کے ذمہ ٹھہری۔

حضرت امیر شریعتؒ

ایک بار حضرت امیر شریعتؒ رات کو تشریف لائے۔حضرت رائے پوریؒ آرام کیلئے خواب گاہ میں جا چکے تھے۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کو زحمت ہوگی،اطلاع نہ کریں صبح ملیں گے۔مگر تھوڑی دیر میں خود حضرت رائے پوریؒ نے شاہ صاحب کو اپنے کمرہ میں طلب کیا۔شاہ صاحبؒ خدام پر بگڑ گئے کہ میرے منع کرنے کے باوجود تم لوگوں نے اطلاع کیوں دی؟ خدام نے بتایا کہ ہم نے اطلاع نہیں دی۔غصہ ٹھنڈا ہوا۔حضرت رائے پوریؒ کے کمرہ میں گئے۔اب پوری خانقاہ کے علماء جمع ہونا شروع ہوئے،کمرہ بھر گیا۔مولانا علی میاں کو بلالیا کتاب کا ایک باب مولانا علی میاںؒ نے شاہ صاحب کو مکمل سنایا۔شاہ صاحب سنتے رہے سر دھنتے رہے۔جب باب ختم ہوا تو شاہ صاحبؒ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (علی میاں) سے فرمایا کہ آپ نے اپنے نانا ﷺ کا حق ادا کر دیا۔پھر خود ہی فرمایا نہیں بلکہ اپنا حق ادا کیا۔آپ ﷺ کے حق کو کون ادا کر سکتا ہے؟

فرمایا: اس کتاب کی کتابت کی بھی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔کتاب پر نوائے وقت نے بہت عمدہ تبصرہ کیا۔

النخلہ کی تعمیر

ایک بار حضرت رائے پوریؒ کو معلوم ہوا کہ خوشاب کے علاقہ سون سیکر میں مرزائیوں نے موسم گرما کا ہیڈ کوارٹر النخلہ کے نام سے قائم کیا ہے۔اس علاقہ کے ایک عالم دین کو تنبیہ کی کہ قادیانی کام کر رہے ہیں،تم خاموش کیوں بیٹھے ہو؟ (النخلہ جابہ ضلع خوشاب کے قریب قائم کیا گیا تھا۔حضرت جالندھری، مولانا لال حسین اختر،مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ،مولانا محمد شریف بہاولپوری،قاضی عبداللطیفؒ،مولانا محمد لقمان علی پوری،مولانا عبدالرحیم اشعر کے دورے ہوئے۔قادیانی عمارت چھوڑ کر بھاگ گئے۔حضرت جالندھریؒ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ و دفتر کیلئے وہاں جگہ

خریدی۔ مسجد و مدرسہ آج بھی وہاں قائم ہے۔ ہر سال کانفرنس ہوتی ہے۔)

مولانا محمد حیاتؒ:

تو حضرت رائے پوریؒ کی لاہور آمد پر حاضر باش ہوتے تھے۔ مولانا لال حسین اخترؒ بھی تشریف لاتے۔ حضرت رائے پوریؒ جماعت ختم نبوت کے ساتھیوں کے متعلق فرماتے یہ ہمارے کام کے آدمی ہیں۔ حضرت رائے پوریؒ کو شیخ الاحرار اور مرشد الاحرار بھی لکھا گیا جو سو فیصد صحیح ہے۔(بات حضرت کی یہاں پہنچی تھی تو حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ خان نے فرمایا کہ مولانا محمد حیات بہت بڑے مناظر تھے۔

ایک دفعہ گوجرانوالہ نصرت العلوم تشریف لائے تو دس دن میں نے بھی ان سے رد قادیانیت پڑھی۔ مولانا محمد حیاتؒ فرماتے تھے کہ تم مرزا قادیانی کے متعلق (ذلیل سے ذلیل) دعویٰ کرو۔ میں دلائل سے ثابت کروں گا کہ وہ اس سے بھی ذلیل تھا۔ چنانچہ کئی دن ایسے ہوتا رہا۔ بہت ٹھنڈے مزاج کے پختہ مشق مناظر تھے۔ قادیانیت کی کتب ان کو ازبر یاد تھیں اور مناظرانہ گرفت بہت مضبوط ہوتی تھی۔)

حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر سے گفتگو کا آغاز کیا۔ فرمایا کہ ایک بار حضرت امیر شریعتؒ نے خواب دیکھا کہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک بات آپ سے کہنی ہے۔ اتنے میں قاضی صاحبؒ نے حضرت امیر شریعت کو جگا دیا۔ اب حضرت امیر شریعتؒ پریشان کہ حضرت کشمیریؒ نے کیا بات فرمانی تھی۔ حضرت رائے پوریؒ سے تعبیر پوچھی تو حضرت رائے پوریؒ نے فرمایا کہ ایک سید (کشمیری صاحبؒ) نے دوسرے سید (حضرت امیر شریعتؒ) سے اپنا نانا ﷺ کی ختم نبوت کی ہی بات کہنی تھی اور کیا۔ اس پر امیر شریعتؒ جھوم اُٹھے۔ فرمایا بالکل انشراح ہو گیا یہی بات کہنا چاہتے ہوں گے۔

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (تبلیغ والے) نے خواب میں دیکھا کہ ایک مسجد کے ملحقہ کمرہ میں حضرت رائے پوریؒ کو دیکھنے گیا کہ وہ کمرہ میں ہیں، مگر کمرہ خالی

پایا۔تو بتایا گیا کہ حضرت رائے پوریؒ مصر گئے ہوئے ہیں۔اس خواب کا تذکرہ مولانا محمد یوسف صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ سے کیا۔انہوں نے اس کی تعبیر یہ کی کہ حضرت رائے پوریؒ کی روحانیت مصر کی طرف بہت متوجہ ہے۔ان دنوں مصر میں جمال عبدالناصر اپنی سامراجی وفرنگی دشمنی کے باعث عالم اسلام میں نمایاں تھے۔جیسے آج کل صدام حسین فرنگی دشمنی میں نمایاں ہیں۔حضرت کی روحانیت کا ہی اثر تھا کہ مصروشام میں قادیانیوں پر پابندی لگی۔القادیانیہ کتاب نے بہت کام دیا۔وہ اسلامی سربراہان مملکت جوانگریز کے خلاف متحرک تھے حضرت ان کیلئے ہمہ وقت دست بدعا رہتے۔

فرمایا: آپ ﷺ کو اللہ رب العزت نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا۔اب دیکھو ہر طرف آنحضرت ﷺ کی رحمۃ العالمینی کے مناظر ومظاہر ہیں۔لیلۃ القدر آپ ﷺ کے صدقہ میں آپ ﷺ کی امت کیلئے کتنی راحت فرمادی۔تعین کر دیا کہ تم صرف آخری عشرہ میں تلاش کرو۔اور اس میں بھی مزید آسانی فرمادی کہ آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔یہ سب آنحضرت ﷺ کی طرف سے امت پر رحمتوں اور شفقتوں کا اظہار وظہور ہو رہا ہے۔

لیلۃ القدر ایک ہزار مہینے سے زیادہ بہتر ہے۔اس ایک رات کی عبادت تراسی سال چار ماہ کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔عام آدمی کی پوری زندگی کی کمائی ایک رات میں مل جائے۔کیوں جی؟خزانہ ہاتھ آگیا کہ نہیں؟ کسی کھیت یا مکان کے متعلق معلوم ہو جائے کہ اس میں خزانہ ہے تو ہم خزانہ کی تلاش میں کھیت یا مکان کو پانی تک کھود ڈالیں گے۔تو یہ خزانہ خداوندی ہے جس کی خبر نبی علیہ السلام نے امت کو دی۔اس لیے محنت کیوں نہ کی جائے۔محنت کریں خوب کریں۔تلاوت،نوافل،ذکر اللہ کی کثرت اختیار کریں۔

ایک کسان

ایک کسان نے مرنے سے قبل اپنے بچوں کو جمع کر کے کہا کہ میری زمین میں خزانہ ہے۔یہ کہہ کر فوت ہو گیا۔لڑکوں نے گدال لیے،پوری زمین کو کھود ڈالا۔ماں کے پاس آئے کہ والد صاحب

نے کہا تھا کہ کھیت میں خزانہ ہے، ہم نے پوری زمین کھود ڈالی۔ماں نے کہا کہ تمہارے والد نے سچ کہا، اب تم بیج ڈالو۔اتنی عمدہ فصل ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوتی تھی۔جس نے جتنی زیادہ محنت کی اتنا زیادہ پھل پایا۔ہم محنت کرنے والے بن جائیں۔پھل ملنے کی تو دیر نہیں ہوگی، ہماری طرف سے غفلت ہے۔رب کریم سے مانگو۔گڑگڑا کر مانگو۔کثرت سے ذکر کرو۔کثرت سے تلاوت کرو۔کثرت سے درود شریف پڑھو۔کثرت سے دعائیں کرو۔عزیزوں کیلئے دعائیں کرو۔ماں باپ کیلئے دعائیں کرو۔پڑوسیوں کیلئے دعائیں کرو۔مسلمان بھائیوں کیلئے دعائیں کرو۔پوری امت کیلئے دعائیں کرو۔خوب مانگو۔اتنا مانگو کہ دینے والی ذات کو تمہارے مانگنے پر ترس آجائے۔اس ذات باری تعالیٰ نے ترس فرمایا تو کام بن گیا۔ذکر بیٹھ کر کرو۔لیٹ کر کرو۔ذکر کرتے کرتے نیند آجائے۔اس طرح تمہارا سونا جاگنا ذکر میں گزر جائے۔

خانقاہ رائے پور میں ذکر، تلاوت، نوافل سب چلتے تھے۔انفرادی، اجتماعی، سب اعمال جاری رہتے تھے۔سب مشغول ہوتے تھے۔کوئی بے کار نہ ہوتا تھا۔رائے پور میں رمضان شریف کی راتیں جاگتی تھیں۔وہاں کی راتوں کی رت بدل جاتی تھی۔سردیوں میں شامیانے لگ جاتے تھے۔ہر شامیانے کے نیچے حافظ سنا رہا ہے۔اس کے پیچھے دو چار ساتھی کھڑے ہیں۔ہر شامیانے کے نیچے شبینہ ہو رہا ہوتا تھا۔کیا منظر تھا۔در و دیوار سے چہار سو عبادت کا ذوق ٹپکتا تھا۔

دعاؤں میں مشغول رہنا چاہیے۔ہاتھ اٹھا کر انہماک سے دعا کرنا بھی دعا ہے۔ایک دعا یہ بھی ہے کہ خاموشی سے بیٹھا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔مانگے، فریاد کرے۔اپنے حال کے مطابق اپنی زبان یا دوسری زبان میں۔یہ بھی دعا ہے۔مانگنے والے بن جاؤ۔منگتے کہلاؤ اس ذات باری کے دربار کے۔جو سب شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں۔تیسرا کلمہ، استغفار، درود شریف، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی ء قدیر. پڑھو۔افضل الذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ذاکر بن جاؤ۔جو پڑھ سکتے پڑھو۔پڑھنے والے بن جاؤ۔

نعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مولانا قاری طیب قاسمی صاحبؒ (دارالعلوم دیوبند)

ادا کیوں کر کریں اور کس زباں سے شکر ہم تیرا
کہ تو نے اس نبی کی ہم کو امت میں کیا پیدا
وہ کملی اوڑھنے والا فقیری پہ جو نازاں تھا
گدا تھے جس کہ کوچہ کے سکندر ، قیصر و کسریٰ
گدائی جس کے گھر کی بادشاہی سے بھی بہتر تھی
زمیں جس شاہ کے کوچہ کی رشک قصرِ قیصر تھی
رسل نے امتی ہونے کی جس کے آرزو کی ہو
بلاکر عرش پر جس سے خدا نے گفتگو کی ہو
وہ شاہِ دوجہاں لولاک کی پوشاک تھی جس کی
فقیر ایسا کہ ادنیٰ ملک ہفت افلاک تھی جس کی
سرِ فاران چمکا تھا جو خورشید جہاں ہو کر
بتائی راہ جس نے رہنمائے گمرہاں ہوکر
گیا تھا عرش اعظم پر جو حق کا مہماں ہوکر
شرف پایا تھا جس نے انبیاء میں آسماں ہوکر
رہی شیدا چمن پر جس کے فصل بے خزاں برسوں
قدم چوما گیا جس کی زمیں کے آسماں برسوں

اماں حوا علیہا السلام کو پسلی سے پیدا کرنے میں حکمت

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تو مٹی سے بنایا لیکن جب اماں حواؑ کو پیدا کیا تو روایات میں آتا ہے کہ حضرت آدمؑ کی پسلی سے ان کو نکالا، گویا عورت کو اللہ تعالیٰ نے مرد کی پسلی سے نکالا اس میں بھی ایک میسج ہے۔ یہ میاں بیوی کے درمیان ایسا تعلق ہے۔ہم نے عورت کو تمہاری پسلی سے نکالا۔ پاؤں سے اس لیے نہیں بنایا کہ تم اسے پاؤں کی جوتی نہ سمجھ لینا۔ سر سے اس لیے نہیں بنایا کہ تم اس کو سر پہ نہ بٹھا لینا، ہم نے اسے پسلی سے بنایا ہے اور یہی تمہارے دل کے سب سے زیادہ قریب ہے۔لہٰذا اپنی بیوی کو تم اپنے دل کے قریب رکھنا تمہاری زندگی اچھی گزر جائے گی۔

میاں بیوی کے تعلق کے بارے میں قرآنی مثال

شادی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی کے ذریعے گناہوں سے بچ جائے اور بیوی اپنے میاں کے ذریعے گناہوں سے بچے۔اس لیے ان دونوں کو زندگی کا ساتھی کہتے ہیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کے ذریعے سے گناہوں سے بچنا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والی زندگی میں ایک دوسرے کا معاون بننا ہوتا ہے، ان کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ اتنا مضبوط ہے۔قرآن مجید میں ان کے تعلق کے بارے میں ایسی مثال دی کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسی مثال نہ دے سکا۔ ارشاد فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

’’تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم اپنی بیویوں کا لباس ہو‘‘

میاں بیوی کو لباس کیوں کہا؟

لباس کے دو فائدے ہیں ایک تو اس سے انسان کے بدن کے عیب چھپ جاتے ہیں۔ اگر بے لباس مرد کو کہیں کہ لوگوں میں چلا جائے تو شرم کے مارے اس کو پسینہ آجائے اور اگر کوئی اسے لوگوں کے سامنے زبردستی بے لباس کردے تو جی چاہے گا کہ زمین پھٹے اور میں اندر اتر جاؤں۔ تو لباس کے ذریعے انسان اپنے جسم کے اعضاء کو دوسروں سے چھپاتا ہے، یہ قدرتی شرم وحیا کا تقاضا ہے۔اور

دوسرا فائدہ کہ یہ انسان کو زینت بخشتا ہے۔جسم تو چادر سے بھی چھپ جاتا ہے مگر ہم عموماً اچھا لباس پہنتے ہیں،سنت طریقے سے سر پہ عمامہ ہو، جبہ ہو، نیچے تہبند یا پاجامہ شلوار ہو۔تو اس طرح پہن کر جب ہم چلتے ہیں تو لوگ شخصیت کو دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں۔معلوم ہوا کہ کپڑوں نے انسان کی شخصیت کو زیبائش بخشی۔یہ لباس کا دوسرا فائدہ ہے۔

قرآن مجید میں جو لباس کی مثال دی اس سے بتانا یہ مقصود تھا کہ میاں بیوی کو پیغام مل جائے کہ اے خاوند تیرے لیے اب زندگی میں سب سے زیادہ قریب ترین ہستی تمہاری بیوی ہے۔اور بیوی کو پیغام دیا گیا کہ تیرے لیے اب زندگی میں قریب ترین ہستی تمہارا خاوند ہے تم دونوں ایک دوسرے کے لباس کی طرح ایک دوسرے کے جسم کے قریب ہو۔جب کوئی چیز اتنی قریب ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے انسان کو محبت ہوتی ہے، تعلق ہوتا ہے۔تو قرآن مجید میں میاں بیوی کے تعلق کو اتنے خوبصورت لفظ کے تشریح دے کر واضح کر دیا۔

شادی کا مقصد

ارشاد باری تعالیٰ ہے:''اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم میں سے تمہارے لیے جوڑا بنایا، تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو۔اور تمہارے درمیان مودت و رحمت رکھ دی۔بے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے۔'' (روم:۲۱)

تو معلوم ہوا کہ شادی کا مقصد یہ ہے کہ سکون حاصل ہو۔جو لوگ شریعت وسنت کے طریقوں والی زندگی گزارتے ہیں ان کی زندگی میں سکون ہوتا ہے۔اور جہاں آپ دیکھیں کہ میاں بیوی کی زندگی میں سکون نہیں ہر وقت کا جھگڑا اور چخ چخ ہے، ہر وقت جلی کٹی باتیں ایک دوسرے کو کرتے رہتے ہیں۔بحث ومباحثہ میں الجھے رہتے ہیں، سمجھ لیں کہ کہیں نہ کہیں دال میں کالا ہے۔بیوی کی طرف سے کوتاہی ہے یا میاں کی طرف سے کوتاہی ہے۔اور عام طور پر دونوں طرف سے کوتاہی ہوتی ہے۔تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی دونوں ہاتھوں سے بجا کرتی ہے، جب دونوں طرف سے کمی کوتاہی ہوتی ہے تو پھر زندگی کا سکون غارت ہو جاتا ہے اور انسان کے گھر کی زندگی اس کیلئے جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

پرسکون زندگی کیسے؟

شادی کے ذریعے پرسکون زندگی کیسے حاصل ہوتی ہے اس کیلئے قرآن مجید میں دو الفاظ استعمال ہوئے:

وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَوَدَّۃً ورحمۃ

''اور اس نے تمہارے درمیان مودت اور رحمت رکھ دی۔''

یعنی دو لفظ استعمال کیے مودت اور رحمت حالانکہ ایک لفظ بھی آسکتا تھا۔اس کی وجہ کیا ہے؟ مودت کہتے ہیں آپس کے پیار کو جس میں دوستی کا انداز زیادہ ہو۔اور رحمت کہتے ہیں دوسرے پر مہربانی کرنا، رحم کا معاملہ کرنا، ترس کھانا۔

شادی شدہ زندگی میں دو حصے ہوتے ہیں:ایک جوانی کا حصہ اور ایک بڑھاپے کا حصہ۔جوانی میں اگر میاں بیوی کسی وقت ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ بھی بیٹھتے ہیں تو جنسی تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ کچھ وقت بعد ایک دوسرے کے ساتھ پر اکٹھے ہوجاتے ہیں۔دونوں ایک دوسرے کے ساتھ پھر شیر و شکر ہوئے ہوتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ جوانی کے اندر تو جنسی کشش دونوں کو اکٹھا رکھتی ہے اس لیے اس میں مودت کا لفظ استعمال کیا۔یعنی دونوں میں دوستی کا پہلو غالب ہوتا ہے۔

لیکن جب عمر بڑھ جاتی ہے اب جسم کی ساخت ایسی ہے کہ نہ اتنی ضرورت خاوند محسوس کرتا ہے نہ بیوی محسوس کرتی ہے۔اب دونوں میاں بیوی کیسے مل کر زندگی گزاریں گے تو قرآن مجید کا خوبصورت انداز دیکھئے، بلاغت دیکھئے کہ اس کیلئے رحمت کا لفظ استعمال کیا۔رحمت کا مطلب یہ ہے کہ اب جب تم بوڑھے ہوگئے تو آپس میں گزری ہوئی زندگی کے اوقات کو سامنے رکھ کر ایک دوسرے کا لحاظ کرو۔ایک دوسرے کی دید کرو۔خاوند سوچے کہ یہ وہی ہے نا جب میرے پاس آتی تھی تو کتنی جوان تھی۔اس نے اپنی پوری زندگی میری خاطر گزار دی، میرے بچوں کی ماں بن گئی، میرے بچوں کی تربیت کرتی رہی، میری خادمہ بن کر جوانی گزار دی، اب وہ بڑھاپے میں اگر بیمار بھی ہے، ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی ہے تو جیسی کیسی ہے اب اس کا حق اتنا تو بنتا ہے کہ اب مجھے اس کو اپنے ساتھ رکھنا چاہیے اب مجھے اس کو اپنے سے دور نہیں کرنا چاہیے۔کیا اتنے سالوں کی خدمت کے بدلے میں اس کی چھوٹی موٹی باتوں کو برداشت نہیں کرسکتا؟

اسی طرح بیوی بھی سوچے کہ خاوند نے اپنی ساری جوانی میرے اور بچوں کیلئے گزار دی، اتنا عرصہ اس نے مجھے محبت دی، پیار دیا شفقت دی، مجھے معاشرے میں عزت کا مقام دیا۔اب یہ بوڑھا ہوگیا، بیماریوں کا مجموعہ بن گیا، چڑچڑا ہوگیا ذرا بول پڑتا ہے تو کیا میں دو لفظ اس کی خاطر برداشت نہیں کرسکتی؟ تو اس دید کرنے کو ایک دوسرے کا لحاظ کرنے کو رحمت کے لفظ سے تشبیہ دی۔

اس لیے بڑھاپے میں جب تک ایک دوسرے کا لحاظ نہ ہو کہ ہم نے ایک اچھی زندگی گزاری ہوئی ہے اس وقت تک بڑھاپے کی زندگی اچھی نہیں گزرتی۔اور یاد رکھنا کہ! بڑھاپے کی جدائیاں بہت زیادہ اذیت ناک ہوتی ہیں۔ہم نے ایسے مردوں کو دیکھا کہ غصے میں آکر بیوی کو طلاق دے دی

اور اولاد تو ماں کے ساتھ ہوتی ہے۔اولاد نے کہا کہ امی ہم آپ کو سنبھال لیں گے، گھر ہے، سب کچھ ہے فکر نہ کرو۔اب بوڑھا اکیلا زندگی گزار رہا ہے، دردر کے دھکے کھاتا پھر رہا ہے۔اب وہ کہتا ہے کہ اوہو! اب مجھے سمجھ آئی کہ مجھے اپنی بیوی کی قدر کرنی چاہیے تھی۔اور کئی جگہوں پر دیکھا کہ بیوی اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے بڑھاپے میں طلاق لے بیٹھتی ہے۔اب روتی ہے نہ میرا باپ ہے نہ میری ماں ہے، نہ میرا بھائی ہے، نہ میری بہن ہے، میں بے سہارا عورت ہوں بوڑھی ہوں اب میں کدھر جاؤں؟ تو بھئی! اللہ تعالیٰ نے عقل بھی تو دی ہے نا پہلے کیوں نہ سوچا؟

خوشگوار ازدواجی زندگی

ازدواجی زندگی کے بارے میں ایک بات ذہن میں رکھئے کہ جہاں محبت پتلی ہوا کرتی ہے وہاں عیب موٹے نظر آتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے بتنگڑ بن جایا کرتے ہیں۔تو اس لیے شریعت نے حکم دیا کہ تم آپس میں محبت و پیار کی زندگی گزارو۔انسان کو بڑا حوصلہ رکھنا چاہیے۔انگلش کا مقولہ ہے:

To run a big show one should hav a big heart.

''ایک بڑا انظام چلانے کیلئے انسان کو دل بھی بڑا رکھنا چاہیے۔''

انسان کو تحمل اور بردباری سے گھر کے معاملات نبھانے چاہئیں۔کتنی عجیب بات ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے جھگڑتا ہے، جو زندگی خاوند کیلئے وقف کر چکی ہوتی ہے اور بیوی اپنے خاوند سے جھگڑتی ہے جو اس کی زندگی میں اتنا بڑا مقام پا چکا ہوتا ہے۔

بعض اوقات دینی جہالت کی وجہ سے یا تکبر کی وجہ سے پڑھے لکھے جوڑوں میں بھی محاذ آرائی ہوتی رہتی ہے۔میاں بیوی ایک دوسرے کے اس قدر خلاف کہ خاوند ہر وقت بیوی کی غلطیاں اور عیب ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے اور بیوی ہر وقت خاوند کی غلطیاں اور عیب ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہے۔دونوں نے ایک دوسرے پر گویا دوربین فٹ کی ہوتی ہے۔جسم ایک دوسرے کے کتنے قریب، دل ایک دوسرے سے کتنے دور، ان دونوں کا معاملہ اس شعر کے مصداق ہوتا ہے۔

زندگی بیت رہی ہے دانش

کوئی بے جرم سزا ہو جیسے

منفی سوچ سے بچیں، مثبت سوچ اپنائیں

اصل میں انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔اگر اپنی سوچ اچھی ہو تو دوسرے میں اچھائیاں نظر آتی ہیں اور اپنی سوچ بری ہو تو دوسرے میں برائیاں نظر آتی ہیں۔آنکھوں پر جیسا چشمہ لگاؤ ویسی ہی چیزیں

نظر آتی ہیں۔ کچھ لوگوں نے اپنی آنکھوں پر بدگمانی کا چشمہ لگایا ہوتا ہے ہے انہیں ہر ایک میں برائیاں نظر آتی ہیں اور کچھ لوگوں نے اپنی آنکھوں پر خیر خواہی کا چشمہ لگایا ہوتا ہے انہیں ہر ایک میں اچھائیاں نظر آتی ہیں۔

اس کو اس مثال سے سمجھیں: مکھیاں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک کو کہتے ہیں شہد کی مکھی، اس کا دماغ بہت صاف ستھرا ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ پھولوں اور پھلوں کی تلاش میں ہوتی ہے۔ یہ ان کے رس کی تلاش میں اڑ رہی ہوتی ہے اس لیے آپ اسے باغوں میں پائیں گے، پھولوں پر اور پھل دار درختوں پر پائیں گے۔ یہ اچھائی کی تلاش میں ہوتی ہے، شہد کی تلاش میں ہوتی ہے اس لیے معطر فضاؤں میں رہتی ہے۔ اور وہاں سے شیرہ لاکر شہد بناتی ہے۔ اور شہد تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کتنا لذیذ ہوتا ہے؟ آج تو میاں بیوی محبت کا اظہار کرنے کیلئے ایک دوسرے کو 'ہنی'' کہہ دیتے ہیں۔ ان کو شہد سے زیادہ لذیذ اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ تو یہ شہد کی مکھی ہوتی ہے۔ ایک ہوتی ہے گندی مکھی۔ گندی مکھی کی سوچ گندھی۔ اس کو گندگی کی تلاش ہوتی ہے، اس لیے وہ ہر وقت بد بودار جگہوں پر نظر آئے گی۔ پورا صاف ستھرا گھر چھوڑ کر یہ جہاں نجاست پڑی ہوگی وہاں بیٹھی نظر آئے گی۔ سارا خوبصورت بدن چھوڑ کر یہ جہاں زخم یا پیپ نظر آئے گی وہاں بیٹھے گی۔ ہوئی جو گندی اس کو گندگی کی ہی تلاش رہتی ہے۔

بالکل یہی مثال انسانوں کی ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی سوچ بہت اچھی ہوتی ہے، ان کو ہر وقت خیر کی تلاش ہوتی ہے۔ ان کو ہر بندے میں خیر نظر آتی ہے۔ اس میں یہ اچھائی ہے، اس میں یہ اچھائی ہے، انہیں سارے ہی اچھے نظر آتے ہیں۔ اور کچھ لوگوں کی اپنی سوچ گندی ہوتی ہے ان کو کسی میں خیر نظر ہی نہیں آتی، ہر بندے میں برائی نظر آتی ہے۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کی اپنی سوچ ٹھیک نہیں ہوتی اس لیے ہر بندے میں ان کو عیب نظر آتے ہیں۔

یہ منفی سوچ زہر کی مانند ہے یہ انسان کے دل کو اجاڑ دیتی ہے اور شیطان ہمیشہ میاں بیوی کے درمیان منفی سوچ پیدا کر کے ہی گھروں کو توڑ دینے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ تو آپ منفی سوچ نہ آنے دیں، جب آپ کے اندر منفی سوچ آ گئی تو اب گھر کبھی آباد نہیں ہوسکتا۔ ایک مثال سنیے: ایک شخص کا قول ہے:

''لوگ پریشان ہوتے ہیں کہ پھولوں کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں، میں خوش ہوتا ہوں کہ کانٹوں کے ساتھ ہمیشہ پھول ہوا کرتے ہیں۔'' تو جس نے کہا کہ پھولوں کے ساتھ کانٹے ہوتے ہیں یہ مثبت سوچ ہے، تو ہم مثبت سوچ رکھیں اور منفی سوچ سے بچنے کی کوشش کریں، اس لیے کہ منفی سوچ گھر برباد کردیتی ہے۔

بچوں کے صفحات

ایک بزرگ کی توبہ کا قصہ

ایک بزرگ نے اپنے توبہ کرنے کا قصہ بیان کیا ہے کہ ایک سال قحط بہت تھا مخلوق بہت پریشان تھی۔ اسی حالت میں دیکھا کہ ایک غلام بےفکری سے گاتا ہوا خوش خوش جا رہا ہے، اس سے کسی نے پوچھا کہ مخلوق تو پریشان ہو رہی ہے اور تو اس طرح بےفکر ہے؟ اس نے کہا کہ میں بےفکر کیوں نہ ہوں میرے مالک کے یہاں تو دو گاؤں ہیں وہ تو بےفکر ہے اور تیرے مالک کے قبضہ میں تو زمین و آسمان سارا جہان ہے پھر تو کیا پریشان ہے۔ پس اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گئے۔

دنیادار کسی کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا

آج کل دنیا کمانے اور رات دن اسی دھن میں رہنے کو ترقی اور بلند ہمتی سمجھتے ہیں اور بےفکری اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کو کم ہمتی کہتے ہیں۔ اور طرہ یہ کہ اپنے کو قوم کا خیر خواہ بھی بتاتے ہیں۔ جو شخص رات دن نفسانی خواہشوں میں مشغول رہتا ہے اور سوائے دنیا کمانے کے اور کوئی مشغلہ نہیں وہ دوسرے کی خیر خواہی کیا کرسکتا ہے۔ حقیقت میں خیرہ خواہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپؐ جو رات دن ان کی فکر میں گھلتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی میں فکر میں کہ یہ ایمان نہیں لائے آپ اپنی جان کو ہلاک کردیں گے۔ یہ آپؐ کی خیر خواہی کی شان ہے۔

حضرت شاہ اسحاقؒ کی شفقت اور تواضع کا عجیب قصہ

شاہ اسحاقؒ صاحب کا قصہ ہے کہ ان کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کہ حضرت فلاں شخص کے نام ایک رقعہ لکھ دیجیے، اس سے میرا ایک کام ہے آپ کا رقعہ دیکھنے سے کردے گا۔ وہ شخص حضرت کا بہت مخالف تھا مگر خوش خلقی سے رقعہ لکھ دیا۔ اس نے جا کر اس شخص کو دیا اس نے رقعہ کی بتی بنا کر واپس کردی اور یہ کہا کہ شاہ صاحب سے کہہ دینا کہ اس بتی کو اپنے فلاں مقام میں رکھ لو۔ اس شخص نے اسی طرح آ کر حضرت سے کہہ دیا تو وہ تو یوں کہتا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اگر تیرا اس سے کام چلتا تو مجھے ایسا کرنے میں بھی انکار نہ تھا۔ یہ جواب اس شخص نے سنا تو وہ اس کو سن کر تڑپ گیا اور اس کو ہدایت

ہوگئی۔ دس برس کے مجاہدہ میں بھی وہ بات نہ ہوتی جو شاہ صاحبؒ کے ایک کلمہ میں ہوگئی۔ اب بتلایئے! کہ ایسی خیر خواہی اور نفع رسانی آج کل کس میں ہے؟ آج کل ترقی کا دم بھرنے والے اس کو کم ہمتی کہتے ہیں۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہاں سے کھاتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ دنیا اللہ کا گھر ہے اور ہم اس کے مہمان ہیں اور حدیث میں ہے کہ مہمانی تین دن کرنی چاہیے اور اللہ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار برس کا ہے پس تین ہزار برس تک تو اللہ تعالیٰ کے یہاں دعوت ہے، پھر اس کے بعد آکر پوچھا کہ کہاں سے کھاتے ہو۔

میرا مطلب ان حکایات سے یہ ہرگز نہیں کہ روپیہ نہ کماؤ اور جاگیر اور گھر لٹادو بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس میں کھپ مت جاؤ بلکہ ضرورت پر نظر رکھو اور ایسی عادتیں ڈالو جیسے کہ بزرگوں میں تھیں اور مال جمع کرنے کو میں منع نہیں کرتا بلکہ بعض بزرگ روپیہ بہت رکھتے تھے مگر وہ اپنے نفس کیلئے نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق کو نفع پہنچانے کی غرض سے جیسے کہ خزانچی اور تحصیلدار ہوتا ہے۔ یہ حضرات بھی اسی طرح سے روپیہ رکھتے ہیں اور بغیر اجازت خداوندی کے کچھ خرچ نہیں کرتے جیسے سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی گئی اور صدیق اکبرؓ کو خلافت ملی اور یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہی ملی لیکن حالت کیا تھی کہ جب مصر میں قحط پڑا تو یوسف علیہ السلام پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے اور بزرگوں میں بھی کوئی اچھا کھاتا پہنتا ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی رضا مندی کیلئے مثلاً ایک شخص ہے اس کو یہ معلوم ہوا کہ مجھے مخلوق کو ہدایت کرنا ہوگی اس لیے اس نے وعظ کا اور پڑھانے کا سلسلہ جاری کیا۔ سو اگر وہ گھی دودھ اور طاقتور غذاؤں کا کھانا چھوڑ دے تو دماغ میں خشکی آئے گی اور کچھ کام اس سے نہ ہو سکے گا اور اگر دماغ کی حفاظت کرے گا تو سب کام ہوسکیں گے۔ یہ نفس بطور مزدور کے ہے اور یہ دماغ سرکاری مشین ہے اگر اس کو مزدوری ملتی رہی اور مرمت ہوتی رہے تو کام دیتا رہے گا۔

نفس کو آرام دیا جائے تو اس سے دین کا کام لینے کیلئے

پس اگر نفس کی خدمت کی جائے تو سرکاری کام لینے کی غرض سے کی جائے نہ کہ صرف آرام کیلئے حضورﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور فرماتے ہیں کہ قوی مسلمان کمزور مسلمان سے بہتر ہے۔ یہ سب کچھ جب ہے جب کہ نفس کو آرام دے کر اس سے دین کا کام لو اور بعض بزرگوں کے متعلق یہ کام نہیں ہوتا انہیں اپنے ہی نفس کے درست کرنے کی فکر ہوتی ہے اس وجہ سے وہ اچھا کھانا پہننا نہیں اختیار کرتے بلکہ کسی قسم کی بدنامی سے بھی نہیں ڈرتے انہیں اپنے کام سے کام ہوتا ہے دوسروں سے کچھ غرض نہیں ہوتی۔ غرض اولیاء اللہ مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔ یہ سرکاری گلدستہ ہے کہ

اس میں گلاب بھی ہے چنبیلی بھی ہے۔ حاصل یہ کہ جس کی ایسی حالت ہو انصاف کیجئے کہ اس کو کیا کبھی پریشانی ہو سکتی ہے ہر گز نہیں وہ تو ہر وقت چین سے رہے گا اگر کوئی کہے کہ ہم نے انبیاء کی حکایتیں سنیں ہیں کہ ان کو غم ہوئے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام ایک مدت تک یوسف علیہ السلام کی جدائی میں رنجیدہ اور غمگین رہے۔ ایوب علیہ السلام نے سخت مصیبتیں اُٹھائیں۔ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے بری بڑی تکلیفیں سہیں جواب یہ ہے کہ ان حضرات کو تکلیفیں ہوئیں لیکن پریشانی نہیں ہوئی، غم اور چیز ہے اور پریشانی اور چیز کیونکہ غم بزرگی کے خلاف نہیں ہے بلکہ اکثر بزرگوں کو ہوا کرتا ہے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ پس حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کیا اور اولاد کا بھی کیونکہ صبر کر کے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا اور رنج کر کے اولاد کا۔ پس اللہ والوں کو جو رنج دیا جاتا ہے اس میں یہی مصلحت ہوتی ہے کہ صبر کا ثواب حاصل کریں اس لیے کہ صبر بدون رنج کے ہو نہیں سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان حضرات کو خواہ مصیبت ہو، رنج ہو فقر و فاقہ ہو یہ ہر وقت خوش ہیں۔ دیکھئے اگر کچھ مرض ہوتا یہ تو اس سے اچھے ہونے کیلئے کڑوی دوائیں خوشی خوشی پی جاتی ہیں حالانکہ کڑوی دوا طبیعت کے خلاف ہوتی ہے مگر تندرستی کے خیال سے اس میں بھی ایک قسم کی خوشی ہوتی ہے کہ اب مرض جاتا رہے گا اسی طرح ان حضرات کو چونکہ اللہ پاک کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس لیے ان کی ملاقات کے انتظار میں سب تکلیفیں خوشی سے جھیلتے ہیں۔ دنیا میں دیکھ لیجیے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے اور یہ معلوم ہو کہ فلاں وقت وہ ہم سے ملے گا تو اس وقت کے انتظار میں سب بلائیں جھیلنی اس کو آسان ہوتی ہیں، یہ انتظار کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہوں گے یا اس وقت ہم سے خوش ہیں اس کی ایسی خوشی ہوتی ہے کہ سب مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں، یہ سب محبت کی برکت ہے۔

بزرگوں کے حال جدا جدا ہیں

غرض انبیاء، صحابہؓ اور اولیاء اللہ میں بھی ہر ایک کا جدا رنگ ہے اور ان کیلئے وہی رنگ مناسب ہے۔ بعضے روپیہ پیسہ سے اس لیے گھبراتے ہیں کہ میاں کون جھگڑے میں ہم سے حقوق ادا نہ ہوں گے زکوٰۃ صدقہ فطر قربانی وغیرہ وغیرہ سینکڑوں حق ہیں یہ بڑا قصہ ہے ایسے لوگوں کے ساتھ یہ برتاؤ ہوتا ہے کہ ان کو کچھ نہیں دیتے اور ہمیشہ وہ مفلس رہتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم ادھمؒ کہ انہوں بادشاہت چھوڑ دی۔

شاہ ابوالمعالی صاحبؒ کا عجیب قصہ

حضرت شاہ ابوالمعالی صاحبؒ کی زندگی ہمیشہ فقر و فاقہ میں گزرتی تھی۔ ایک روز کا قصہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے یہاں ان کے پیر و مرشد تشریف لائے، حضرت مکان پر موجود نہ تھے آپ کی بی بی

تھیں۔انہوں نے بہت تعظیم سے پیر کو ٹھہرایا لیکن موافق عادت کے حضرت شاہ صاحب کے یہاں اس روز بھی کچھ کھانے پینے کو نہ تھا۔ بی بی نے پڑوس میں سے آٹا اُدھار مانگنے کیلئے خادمہ کو بھیجا، پڑوسیوں نے ادھار بھی نہ دیا کہ ان کو اُدھار کہاں سے لیں گے۔ پیر صاحب خادمہ کو برابر آتا جاتا دیکھ کر عقل مندی سے سمجھ گئے، پوچھا کہ کس فکر میں ہو؟ بی بی نے سمجھا کہ ان سے کیا چھپانا واقعی یہ حضرات خدا کے نائب ہوتے ہیں ان سے اپنا کوئی حال نہ چھپانا چاہیے۔بی بی نے صاف کہہ دیا کہ حضرت آج ہمارے یہاں کچھ نہیں ہے۔ پیر صاحب نے ایک روپیہ دیا اور فرمایا کہ اس روپیہ کا اناج لاؤ اور ہمارے پاس لانا۔ چنانچہ غلہ حضرت پیر و مرشد کے پاس لا گیا۔حضرت نے ایک تعویذ لکھ کر غلہ میں دبا دیا اور فرمایا کہ اس تعویذ کو مت نکالنا۔ پیر صاحب تو رخصت ہوئے اب روز مرّہ اس میں سے غلہ نکالا جاتا تھا اور وہ کم نہ ہوتا تھا۔کئی روز ہو گئے کہ صبح و شام کھانا ملنے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہائیں! یہ کیا بات ہے کہ کئی روز ہو گئے کوئی فاقہ نہیں ہوا؟ بی بی نے کہا کہ پیر صاحب تعویذ دے گئے تھے اس کی برکت ہے۔فرمایا ہم فاقہ کسی مجبور سے نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیں فاقہ ہی پسند ہے۔لیکن گھبرائے کہ تعویذ اگر نکال لیتا ہوں تو پیر کے تعویذ کی بے ادبی ہے اور اگر نہیں نکالتا تو فاقہ ہاتھ سے جاتا ہے۔آپ نے سوچ سمجھ کر فرمایا کہ اناج میرے پاس لاؤ، آپ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پیر کے تعویذ کو اپنے سر پر باندھوں گا تاکہ میرے اندر برکت ہو اناج سے زیادہ حق میرا ہے، اناج کو کیا حق ہے کہ میرے پیر کا تعویذ اس میں رہے۔ پس آپ نے تعویذ نکال کر تو اپنے سر پر باندھا اور اناج کیلئے حکم دیا کہ غریبوں کو بانٹ دو شام کو پھر فاقہ ہوا۔آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور بعض کو جانتے ہیں کہ اگر ان کو نہ ملے گا تو پریشان ہوں گے یا جانتے ہیں کہ یہ مال کا حق ادا کر سکیں گے تو ان کو خوب دیتے ہیں۔ غرض کہ سب اللہ والوں کا حال ایک سا نہیں مگر جو جس حال میں ہے اس میں خوش ہے۔

بزرگی حاصل کرنا آسان مگر اس میں عوام کی غلط فہمی

مگر ہاں کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ مرتبہ کس کو حاصل ہو سکتا ہے، ہم لوگ تو دنیا دار ہیں سینکڑوں طرح کے جھگڑے ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ یہ شیطانی خیال ہے یوں سمجھ رکھا ہے کہ جب تک تمام کاروبار دنیا کے چھوڑ کر حجرہ میں بیٹھ کر تسبیح نہ ہلا دیں اس وقت تک یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ہر شخص کیلئے جداگانہ طریق ہے اگر اس مقام پر ہر ایک کی تفصیل بیان کی جائے تو اس کیلئے بڑا وقت چاہیے اور پھر بھی پورا بیان نہیں ہو سکتا۔

فیصل آباد کے قدیم اور تاریخی مدرسہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ، مسجد مدرسہ والی، میں

بڑھتی ہوئی بجلی کی ضروریات اور مہنگائی کے پیش نظر

شمسی توانائی (سولر سسٹم) کی تنصیب میں تعاون کی ضرورت ہے

کل لوڈ	30 Kw
سولر پلیٹس کی تعداد 96	1545600
سٹینڈ 96	192000
دیگر	**50000**
انورٹر 3×10KW	855000
کیبل وغیرہ	90000
سوئچ بورڈ	30000
مزدوری	105000
بیٹریز	288000

الحمدللہ سولر سسٹم کا ایک حصہ مکمل ہو گیا ہے،

بقایا جات کی ادائیگی کے لئے بھرپور تعاون کی درخواست ہے

تمام حضرات اپنی طرف سے اور عزیز و اقارب مرحومین کی طرف سے خوب حصہ ڈالیں

مجلس منتظمہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، مسجد مدرسہ والی محلہ خالصہ کالج، فیصل آباد 041-8711569 0300-9657076

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@yahoo.com

MONTHLY
MAGAZINE
Millia
JAMIA MILLIA ISLAMIA
FAISALABAD PAKISTAN
Reg:M # FD-16